My Telegram Channel : New Madarsa

فیض الطحاوی

لحل

أسئلة الطحاوی

کتاب الطہارات مع کتاب المناسک

حرفِ شیریں

حضرت مولانا مفتی محمد راشد اعظمی دامت برکاتہم
استاذ حدیث و نگران شعبہ تحفظ سنت دار العلوم دیوبند

دعائیہ کلمات

جناب مولانا ابوبکر اعظمی صاحب

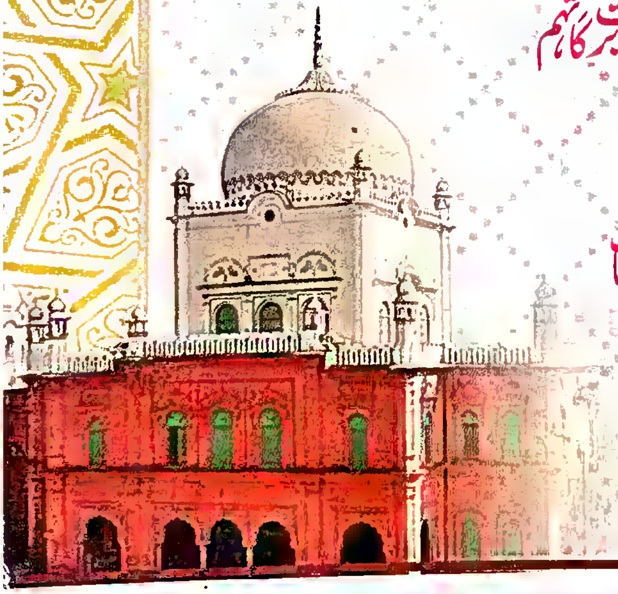

مؤلف

مولوی عبداللہ اعظمی بمہوری

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فیض الطحاوی

لحل

اسئلۃ الطحاوی

کتاب الطہارت مع کتاب المناسک

دعائیہ کلمات
مولانا ابوبکر اعظمی

حرفِ شیریں
مفتی محمد راشد صاحب اعظمی
استاذ تفسیر وفقہ دارالعلوم دیوبند

مرتب
مولانا عبداللہ اعظمی بمہوری

ناشر
مکتبہ صوت القرآن دیوبند
01336-223460, 9358911053

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : فیض الطحاوی لحل اسئلة الطحاوی

مرتّب : مولانا عبداللہ اعظمی بمہوری

باہتمام : فیض الحسن اعظمی

صفحات : 208

ناشر : مکتبہ صوت القرآن دیوبند 01336-223460

ملنے کے پتے

کتب خانہ حمیدیہ، جامع مسجد دہلی ❁ شبلی کتاب گھر اعظم گڈھ

ثاقب بک ڈپو سنبھل ❁ دیوبند اسلامک بک اسٹور دیوبند

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

MAKTABA SAUTUL QURAN

Madani Market, Deoband, E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Mob: 9358691105З Ph: 01336-223460

website: www.deobandtody.com/sautul-quran

Website: NewMadarsa.blogspot.com

9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انتساب

(۱) بندۂ ناچیز اپنی اس کاوش کو مادرِ علمی ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے نام سے منسوب کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔

(۲) مشفق ومربی حضرت الاستاذ مفتی محمد راشد صاحب اعظمی دامت برکاتہم (استاذ تفسیر وفقہ دارالعلوم دیوبند) کی طرف منسوب کرتا ہے۔

(۳) ان اساتذۂ کرام کی محبتوں، والدین کی نیک دعاؤں اوران تمام لوگوں کی نیک خواہشات کی طرف منسوب کرتا ہے جو دیانت وامانت اور اخلاص وعمل کے ساتھ قرآن وحدیث کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

(۴) محبّ ومکرم بھائیوں ودیگر احباب کی طرف جن کی دعاؤں کے طفیل بندہ کسی لائق بنا۔

عبداللہ اعظمی ابن حاجی عالمگیر بھوری
خادم التدریس وناظم نشرواشاعت
دارالعلوم اشرفیہ دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

اس خاکسار نے ربّ کریم کے بے شمار فضل وعنایت سے فن حدیث میں مسلک حنفی کی مشہور ترین کتاب طحاوی شریف کی ایک ایسی شرح جو امتحانی سوالات کو حل کرنے میں اور مطلب ومفاہیم کو سمجھنے میں آسانی ہو سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔اس شرح کے اندر جو کچھ رنگ ونُور ہے وہ سب (حضرت الاستاذ مفتی محمد راشد صاحب اعظمی دامت برکاتہم (استاذ تفسیر وفقہ دارالعلوم دیوبند) اور مفسر قرآن حضرت العلام مولانا محمد سالم اشرف صاحب قاسمی دامت برکاتہم (بانی ومہتمم دارالعلوم اشرفیہ دیوبند) نیز برادر مکرم جناب مولانا ابوبکر اعظمی دامت برکاتہم) ان ہی حضرات کی توجہات کا ثمرہ ہے۔مجھ بے علم وعمل سے متعلق ان کے وقیع کلمات میرے لیے باعثِ سند ہیں۔

الحمدللہ اب ''فیض الطحاوی لحل اسئلۃ الطحاوی'' کی شکل میں ناظرین حضرات کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے، اگر مفید ومعین ہوئی تو زہے نصیب، ورنہ تو کتابوں کے انبار میں ایک زیادتی اور سہی۔

اے اللہ بندہ اس کتاب کو تجھے خوش کرنے اور تجھ تک پہنچنے کا وسیلہ اور نجات کا ذریعہ بنا رہا ہے۔اے اللہ! اسے قبول فرما۔آمین یارب العالمین

عبداللہ اعظمی ابن حاجی عالم گیر بھوری

خادم التدریس وناظم نشر واشاعت

دارالعلوم اشرفیہ دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دعائیہ کلمات

مولانا ابوبکر اعظمی

علمِ حدیث عالمِ اسلام کا مخدوم ترین علم ہے۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زندہ و جاوید معجزات میں سے ہے، جہاں کتاب اللہ ہے اسی کے ساتھ حدیثِ رسول اللہ ﷺ بھی زندہ و جاوید معجزہ ہے، جس کی حفاظت علماء و محدثین کے ذریعہ مدارسِ اسلامیہ میں ہوتی ہے، لہٰذا مدارس اور علماء بھی اسی معجزہ کا حصہ ہیں، جن کا تا قیامِ قیامت باقی رہنا ضروری ہے۔ برادر صغیر عزیزم مولانا عبداللہ اعظمی ناظم شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم اشرفیہ دیوبند تالیف کا ذوق رکھتے ہیں۔

اور انہوں نے مطولات سے اخذ کر کے جس ترتیب کے ساتھ یہ مجموعہ نافعہ مرتب کیا ہے، شاید اسی ذوق کی بنا پر مہتمم جامعہ نے نظامت بھی ایسے ہی شعبہ کی دی ہے۔

دل سے دعاء گو ہوں یہ رسالہ فیض الطحاوی نوٹ برائے امتحان دارالعلوم دیوبند و دیگر مدارس میں داخلہ کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ نجات آخرت اور شغف علم بڑھانے کا ذریعہ بنے گا۔ آمین بجاہ حبیب المرسلین

مولانا ابوبکر اعظمی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باسمہ تعالیٰ

کلماتِ تشجیع

حضرت مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ تفسیر وفقہ دار العلوم دیوبند

نحمدهٗ ونصلي علىٰ رسوله الكريم.

طحاوی شریف دورۂ حدیث کی اہم کتابوں میں ہے، طحاوی کا انداز اور ترتیب احادیث میں اس کی جامعیت مسلم ہے، اور ساتھ ساتھ امام طحاوی کی نظر بھی اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ جناب مولانا عبداللہ صاحب اعظمی نے سالانہ امتحان کے پرچوں کو سامنے رکھ کر کتاب کے مشکل مقامات کو حل کیا ہے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد راشد اعظمی

یکم رجب ۱۴۳۹ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حرفِ شیریں

مفسر قرآن حضرت العلام

مولانا محمد سالم اشرف صاحب قاسمی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم دار العلوم اشرفیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذي شرع لنا اتباع الكتاب والسنة دينا وسبيلا، والصلوٰة والسلام على رسوله النبي الأمي الذي جعل السوال شفاء لمن كان بداء العيّ عليلا. أما بعد!

بلاشبہ قرآن مقدس دین کی اصل واساس ہے اور ادلۂ شرع میں سب سے محکم اور متبرک ہے، اسکا سحاب کرم جس دل پر برسا دل کی کھیتی ایمان کے پودے، یقین و معرفت کے سبزوں سے لہلہا اُٹھے اور یہ جہاں معرفت وآگہی کے پھولوں سے معطر اور زعفران زار ہوگیا۔

لیکن قرآن اُصول کی کتاب ہے، تفریع وتفصیل، توضیح وتشریح حدیث وسنت کا ہی وظیفہ ہے، اسی لیے حدیث شریف دنیا کا سب سے بابرکت اور مخدوم ترین علم ہے جو انسانی سیرت وروحانیت کا ضامن ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات تعلیمات و ہدایات اور اُسوۂ حسنہ آخری نسل تک محفوظ رہنا ضروری ہے۔

جس طرح علم وہدایت کے پورے خزانے کی حفاظت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی، اسی طرح بعد کے قرنوں میں اللہ نے امت کے بہترین وباتوفیق بندوں کو احادیث و آثار کے اس بے پایاں دفتر کی تدوین وترتیب، تحقیق وتنقید، تعلیم وتعلم، ترجمہ وتشریح، حفظ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واشاعت اوراس کے متعلق بہت سے علوم وفنون اوراس کی نشر واشاعت کی توفیق بخشی، چنانچہ اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں قاضی ابن حزم مدنی، ابن شہاب زہری، امام بخاری، علاّمہ ابن العربی، علاّمہ بدرالعینی، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام نووی رحمہم اللہ اوران جیسے ہزاروں لاکھوں اس علم کے شہسوار وعلم بردار گزرے ہیں۔

انہیں باتوفیق اہلِ علم میں محبت ومکرم، صالح، فعال نوجوان مولانا عبداللہ اعظمی قاسمی دارالعلوم اشرفیہ دیوبند کے منصب تدریس اور شعبۂ نشر واشاعت کی عظیم خدمات پر باحیثیت مؤقر وناظم کے مامور ہیں، مقبول اساتذہ میں ہیں، صلاحیت وصالحیت کے زیور سے مالامال ہیں۔

مولانا محترم نے دارالعلوم میں دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کے لیے کتاب بنام ’’فیض الطحاوی لحل اسئلۃ الطحاوی‘‘ مرتب کی ہے۔قرآن وحدیث کی اکابر کی تشریحات و مطولات میں غواصی کر کے اس عہد انقلاب، اس کی ضرورتوں اور ذہنی خصوصیات کو مدنظر رکھ کے داخلہ، ششماہی وسالانہ کے سوالوں کے مجموعہ کی ایسی قابل قدر تشریح کی ہے جو سینکڑوں مطولات سے وقتی طور پر آپ کو بے نیاز کردے گی، اور مستقبل میں مطولات کو سمجھنے کا ذوق پیدا کرے گی، گویا یہ کتاب حدیث فہمی کا راہبر اور حدیث کے کلمات اور الفاظ کے معانی کھولنے کی چابی ہے۔

یہ فقیر دعاء گو ہے، خدا ان کی اس تالیف کو قبول فرمائے، طلباء کے دارالعلوم میں داخلہ کے لیے معاون بنائے اور مولانا کے لیے نجاتِ آخرت کا باعث بنائے۔

عاجز وعاصی

مولانا سالم اشرف

استاذ تفسیر وفقہ مہتمم دارالعلوم اشرفیہ دیوبند

۱؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

مفسر قرآن حضرت مولانا انتخاب عالم صاحب قاسمی

مہتمم جامعہ رشیدیہ بمہور اعظم گڑھ

شیخ الاسلام ابو جعفر احمد بن محمد مصری، طحاوی، حنفی، تیسری صدی کے ممتاز فقہاء اور مایۂ ناز کبار محدثین میں سے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ معانی الآثار، امام طحاوی رحمہ اللہ کی پہلی تصنیف ہے، معانی الآثار کو سنن ابی داود، جامع ترمذی، اور سنن ابن ماجہ پر بھی ترجیح و فوقیت حاصل ہے۔

الحمد للہ، مولانا عبد اللہ اعظمی نے طحاوی شریف کے امتحانی پرچوں کو یکجا کر کے ان کو مدلل و محقق انداز میں سوال و جوابات کی روشنی میں طلبہ کے لیے مجموعہ کو خلاصہ اور افہام و تفہیم کو سہل بنانے کی سعی جمیل کی ہے۔

ان شاء اللہ موصوف کا مجموعہ طلباء کے لیے نفع بخش اور مفید تر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو قبول عامہ عطا فرمائے۔ آمین

انتخاب عالم

مہتمم جامعہ رشیدیہ بمہور اعظم گڑھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

حضرت مولانا ماجد صاحب

ناظم دارالعلوم اشرفیہ دیوبند

فقہاء محدثین کی صف میں امام طحاویؒ کا بہت بلند مقام ہے، امام موصوف کو فقہ و حدیث میں جو کمال حاصل تھا وہ کم ہی کسی کو حاصل ہوتا ہے، امام موصوف کی کتابوں میں دو سب سے زیادہ اہم ترین کتاب ''شرح معانی الآثار'' اور ''مشکل الآثار'' ہیں۔

شرح معانی الآثار کا موضوع فقہی مسائل سے متعلق روایات کا جمع کرنا اور حل و تطبیق ہے۔ احناف کے لیے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے، دورۂ حدیث شریف کے نصاب میں یہ کتاب داخل ہے۔

طلبہ کی سہل پسندی کے پیش نظر نوجوان عالم دین کامل التجربہ فی العلوم والفنون اور رفیق تدریس مولانا عبداللہ قاسمی اعظمی صاحب رکن رکین دارالعلوم اشرفیہ دیوبند نے طحاوی شریف کو جدید اسلوب بیان سے سوال و جواب کی روشنی میں طلبہ کے لیے سہل بنانے کی سعی جمیل کی ہے۔

اللہ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرما کر، مزید خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عبدالماجد قاسمی

ناظم دارالعلوم اشرفیہ دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

باسمہٖ تعالیٰ

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ النبي الکریم محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین أمابعد!

قال اللّٰہ عز وجل: ان ھو إلّا وحي یوحٰی.

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اوتیت بجوامع الکلم.

ہمارے مدارسِ اسلامیہ میں طحاوی شریف کا ''کتاب الطہارۃ'' ہی زیرِ تعلیم ہے، وقت کی قلت اس کا سبب ہے۔ اس کتاب کا اصل نام ''شرح معانی الآثار'' ہے، مصر کی ایک بستی طحا کی نسبت کرتے ہوئے طحاوی شریف سے مشہور ہے، جو تطبیق بین الروایات دفعِ تعارض حدیث شریف پر نہایت مستحکم ومعرکۃ الآراء تصنیف ہے۔

بڑی سعادت ہے کہ رفیقِ تدریس جناب مولوی عبداللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم نے اس کی بہترین شرح ''فیض الطحاوی لحل اسئلۃ الطحاوی'' تصنیف کی ہے جو اپنی نوعیت کی عمدہ واعلیٰ شرح ہے اور اہلِ علم حضرات کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ، یقیناً جامعیت و معنویت کے لحاظ سے دریا بکوزہ کی مصداق ہے۔

دلی دعاء ہے کہ موصوف مؤلف کی یہ شرح، طالبانِ علومِ نبوت کے لیے مشعلِ راہ اور مینارۂ نور ثابت ہو، ذخیرۂ آخرت بنائے، مزید علمی خدمات کی توفیق ارزانی نصیب ہو۔ آمین

بجاہ سیّد الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

طالبِ دعاءِ خیر

محمد اسلام قاسمی بَنَت شاملی

مفتی مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ دیوبند یوپی الہند

۱؍رجب ۱۴۳۹ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الطہارت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال (۱)

(الف): امام طحاویؒ کا نام ونسب، ولادت وفات، تحریر کریں۔

(ب): تعلیم وتربیت، شافعی سے حنفی ہونے کی وجہ بھی تحریر کریں۔

(ج): اجتہاد میں آپ کا کیا درجہ ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): امام طحاویؒ کا نام ونسب:

نام احمد، کنیت ابو جعفر، والد کا نام محمد ہے، سلسلۂ نسب یوں ہے: ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک ازدی حجری مصری طحاوی۔

ازد یمن کا ایک قبیلہ ہے اور حجر اس کی ایک شاخ ہے، حجر نام کے تین قبائل تھے، حجر بن وحید، حجر ذی اعین، حجر ازد، اور ازد نام کے بھی دو قبیلے تھے، ازد حجر اور ازد شنوہ، لہٰذا امتیاز کے لیے آپ کے نام کے ساتھ دونوں ذکر کر کے ازدی حجری کہا جاتا ہے۔ آپ کے آباء واجداد فتح اسلام کے بعد مصر میں فروکش ہو گئے تھے اور مصر کے ہی طحانامی گاؤں میں آپ کی پیدائش ہوئی اس نسبت سے آپ مصری اور طحاوی کہلائے۔

ولادت:

امام طحاویؒ کی ولادت کب ہوئی اس بارے میں کئی قول ہیں، ۲۲۹ھ، ۲۳۸ھ اور ۲۳۹ھ مگر ان میں راجح قول ۲۳۹ھ کا ہے۔

وفات:

امام طحاوی رحمہ اللہ کی وفات ذی قعدہ ۳۲۱ھ میں مصر میں ہوئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): تعلیم وتربیت:

امام طحاوی رحمہ اللہ کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا، خود امام طحاوی رحمہ اللہ کے والد ادب وشاعری میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور ان کی والدہ جو امام مزنی رحمہ اللہ کی ہمشیرہ تھیں وہ خود بھی بڑی فقیہہ اور عالمہ تھیں، امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان کا ذکر مصر کے شافعی فقہاء میں کیا ہے۔ ایسے علمی گھرانے میں آنکھیں کھولنے والا بچہ اگر آگے چل کر نامور محدث ومجتہد بنے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فطری طور پر ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی، اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے امام ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن عمرو رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی اور ان ہی کے پاس قرآن کریم حفظ کیا۔ فقہ وحدیث کی تعلیم آپ نے اپنے ماموں امام مزنی رحمہ اللہ سے حاصل کی، امام مزنی رحمہ اللہ کا نام محتاج تعارف نہیں ہے، فقہاء شافعیہ میں ان کا بڑا مقام ومرتبہ ہے اور یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے بعد ان کی علمی وراثت اور جانشینی ان ہی کے سپرد ہوئی تھی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں ان کا ممتاز مقام تھا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ امام مزنی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس س کتنے عرصہ وابستہ رہے کتب تراجم میں اس کی کوئی تفصیل نہیں ملتی؛ لیکن اتنا ضرور ہے کہ امام مزنی کے حلقۂ درس کو جب انہوں نے چھوڑا تو اس وقت وہ بالغ نظر عالم اور صحیح وسقیم میں امتیاز حاصل کر چکے تھے۔

اس کے علاوہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے علمِ حدیث کے حصول کے لیے یمن، حجاز، شام، خراسان، کوفہ، بصرہ، اور مغاربہ وغیرہ کا سفر کیا اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا۔

شیوخ واساتذہ:

امام طحاوی رحمہ اللہ کے شیوخ واساتذہ کی ایک طویل فہرست ہے؛ لیکن جن لوگوں سے امام طحاوی رحمہ اللہ نے بطورِ خاص علمِ حدیث وفقہ کی تحصیل کی ان میں سے چند حضرات یہ ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام اسماعیل بن یحییٰ المزنی، امام احمد بن شعیب النسائی صاحب السنن، امام ابوجعفر احمد بن ابی عمران حنفی، ابراہیم بن ابی داؤد الاسدی، اسحاق بن ابراہیم البغدادی، بحرین نصر بن سابق الخولانی، بکار بن قتیبہ البصری، یونس بن عبدالاعلی الصدفی، ابوزرعہ، عبدالرحمن بن عمرو النصری رحمہم اللہ۔ ان کے علاوہ بھی ان کے شیوخ کی ایک طویل فہرست ہے، جس کا ذکر کرنا یہاں تطویل سے خالی نہ ہوگا۔

شافعی سے حنفی ہونے کی وجہ:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لسان المیز ان میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام طحاوی رحمہ اللہ امام مزنی رحمہ اللہ کے ساتھ کسی دقیق مسئلہ میں اُلجھ گئے، امام طحاوی رحمہ اللہ اعتراض کرتے گئے اور امام مزنی رحمہ اللہ جواب دیتے گئے، آخر کار امام مزنی رحمہ اللہ نے خفا ہوکر ان کو بددعا دیدی اور فرمایا کہ تجھے کچھ نہیں آسکتا، اس بات سے ناراض ہوکر امام طحاوی رحمہ اللہ نے ان کا حلقۂ درس ترک کردیا اور امام احمد بن ابی عمران حنفی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں جانے لگے اور انہیں کا مذہب اختیار کرلیا۔

لیکن علماء نے امام طحاوی رحمہ اللہ کے مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ کو تسلیم کرنے میں تردد کیا ہے؛ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے محض تعصب اور استاد سے ناراضگی کی بناء پر مذہب حنفی کو اختیار فرمایا، لہٰذا صحیح بات وہ معلوم ہوتی ہے جو علامہ یافعی رحمہ اللہ نے مرآۃ الجنان میں علامہ محمد بن احمد شروطی رحمہ اللہ کے واسطے سے خود امام طحاوی رحمہ اللہ سے نقل فرائی ہے کہ علامہ شروطی رحمہ اللہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے شافعیت کو کیوں ترک کردیا؟ تو امام طحاوی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ میرے ماموں امام مزنی رحمہ اللہ بکثرت کتبِ حنفیہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے، تو میں نے بھی کتبِ احناف کا مطالعہ شروع کردیا، تو مجھے دلائلِ شافعیہ کے مقابلے میں دلائلِ حنفیہ زیادہ مضبوط و محقق معلوم ہوئے، لہٰذا میں نے حنفیت اختیار کرلی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): اجتہاد میں آپ کا کیا درجہ ہے؟:

علاّمہ ابن کمال پاشا رحمہ اللہ نے امام طحاوی رحمہ اللہ کو مجتہدین کے درجۂ ثالثہ میں شمار کیا ہے یعنی وہ حضرات جو ایسے مسائل میں جن کے متعلق صاحبِ مذہب مجتہد سے کوئی صراحت منقول نہ ہو اجتہاد پر قدرت رکھتے ہیں، مگر وہ اُصول وفروع میں صاحبِ مذہب کی مخالفت نہیں کر سکتے، جیسے امام خصاف، امام کرخی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

مگر علاّمہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے ''الفوائد البھیہ'' میں ابن کمال پاشا کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: امام طحاوی کو اجتہاد میں مزید بلند درجہ حاصل ہے اور انہوں نے بہت سے اُصول وفروع میں صاحبِ مذہب کی مخالفت کی ہے؛ چنانچہ جو شخص شرح معانی الآثار وغیرہ آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرے، اس کو معلوم ہوگا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ دلیل قوی کے مل جانے پر بکثرت صاحبِ مذہب کے خلاف رائے اختیار کرت ہیں؛ لہٰذا حق بات یہ ہے کہ آپ ان مجتہدین منتسبین میں سے ہیں جو اپنی نسبت مجتہدین میں سے کسی متعین امام کی طرف کرتے ہیں؛ لیکن ان کی تقلید نہیں کرتے نہ اُصول میں اور نہ فروع میں، اس لیے کہ وہ خود اجتہاد کے ساتھ متصف ہوتے ہیں اور آپ صاحبِ مذہب کی طرف اس وجہ سے منسوب ہیں کہ آپ نے اجتہاد میں ان کا اسلوب اختیار کیا ہے، اس لیے آپ کا شمار مجتہدین فی المذہب میں ہوگا، جو امام مجتہد کے مقرر کردہ قواعد کی روشنی میں احکام کے استنباط پر قادر ہوتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بستان المحدثین میں اور شہاب الدین مرجانی رحمہ اللہ نے حسن التقاضی میں امام طحاوی رحمہا اللہ کو مجتہدین فی المذہب یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ وغیرہ کے طبقے میں شمار کیا ہے، اور بقول صاحبِ حاوی آپ اجتہادِ مطلق کے درجہ پر فائز ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۲)۔ص ۱۰/

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ، فَقِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ يُلْقٰى فِيْهِ الْجِيَفُ وَالْمَحَائِضُ. فَقَالَ اِنَّ الْمَاءَ لَايَنْجِسُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): تشریح کیجیے۔

(ج): بئر بضاعہ کی وجہ تسمیہ لکھ کر یہ بھی واضح کریں کہ اس حدیث سے کس امام کا مسلک ثابت ہورہا ہے؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بئر بضاعہ کے پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے، تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اس کنویں میں تو مردار جانور اور حیض کے چیتھڑے ڈالے جاتے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

(ب): تشریح:

امام طحاویؒ نے اس حدیث کو فریقِ اوّل (مالکیہ) کے مذہب کی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کے سوال کے جواب میں فرمایا: "ان الماء لاینجس" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پانی کبھی ناپاک نہیں ہوتا، اگر چہ اس میں نجاست گر جائے چاہے وہ پانی قلیل ہو یا کثیر، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقِ اوّل کا دعویٰ اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ جب تک اوصافِ ثلاثہ متغیر نہ ہوں پانی ناپاک نہیں ہوسکتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): بئر بضاعہ کی وجہ تسمیہ اور کس امام کا مسلک ثابت ہو رہا ہے؟

اس سلسلے میں دو قول ہیں:

(۱) بضاعہ قبیلہ بنو ساعدہ کے ایک باغ کا نام ہے اس میں یہ کنواں تھا تو یہ کنواں بھی بئر بضاعہ سے موسوم ہوگا۔

(۲) بضاعہ ایک جاہلی عورت کا نام تھا اسی کے نام سے یہ کنواں موسوم ہے۔

اس حدیث سے امام مالک اور ان کے متبعین کا مسلک ثابت ہو رہا ہے۔

سوال نمبر (۳)-ص/۱۱

عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرٍ، اَوْاَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ: کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ، فَانْتَهَیْنَا اِلٰی غَدَرٍ وَفِیْهِ جِیْفَةٌ، فَکَفَفْنَا وَکَفَّ النَّاسُ، حَتّٰی اَتَانَا نَبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَالَکُمْ لَاتَسْتَقُوْنَ؟ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْجِیْفَةُ، فَقَالَ: اِسْتَقُوْا فَاِنَّ الْمَاءَ لَایُنَجِّسُهُ شَیْءٌ فَاسْتَقَیْنَا وَارْتَوَیْنَا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): پانی کے اندر نجاست گرنے سے پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کیجیے۔

(ج): یہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابونضرۃؓ سے روایت ہے وہ حضرت جابرؓ یا حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم ایک سفر میں رسولؐ کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے تو ہم ایک تالاب پر پہنچے جس میں مردار پڑا ہوا تھا تو ہم لوگ رُک گئے اور دوسرے لوگ بھی رُک گئے یہاں تک کہ نبیؐ ہمارے پاس آئے اور آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے تم لوگ پانی کیوں نہیں نکالتے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ مردار پڑا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا پانی نکالو اس لیے کہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی؛ چنانچہ ہم نے پانی نکال کر پیا اور سیراب ہو گئے۔

(ب): اختلافِ ائمہ:

(۱) اصحابِ ظواہر کہتے ہیں کہ پانی قلیل ہو یا کثیر اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست کے اجزاء پانی پر غالب نہ آجائیں یعنی پانی کی رقت وسیلان باقی نہ رہے۔

(۲) امام مالک سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ پانی قلیل ہو یا کثیر وقوعِ نجاست سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ پانی کے اوصافِ ثلاثہ یعنی (رنگ، بو، مزہ) میں سے کوئی ایک وصف متغیر نہ ہو جائے۔

دلیل: ان دونوں حضرات کی دلیل مذکورہ حدیث ہے۔

(۳) ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی قلیل ہے تو نجاست گرنے سے مطلقاً ناپاک ہو جائے گا خواہ اوصافِ ثلاثہ میں تغیر ہو یا نہ ہو اور اگر پانی کثیر ہے تو وقوعِ نجاست سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا، جب تک کہ پانی کے اوصافِ ثلاثہ میں سے ایک وصف نہ بدل جائے۔

دلیل: ان حضرات کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضورؐ نے ماءِ راکد میں پیشاب کر کے پھر اس پانی سے وضو یا غسل کرنے سے منع فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماءِ راکد وقوعِ نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے، اگر وہ ناپاک نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماءِ راکد میں غسلِ جنابت کرنے اور پیشاب کرنے سے منع نہ فرماتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حدیثِ مذکورہ کا جواب:

یہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ حضرات اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کا اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ''غدیر'' سے مراد بیرِ بضاعہ کی ہیئت و کیفیت کے سلسلے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بیرِ بضاعہ کا معاملہ عام کنووں کی طرح نہیں تھا، بلکہ بیرِ بضاعہ کی طرف سے پانی کا ایک راستہ بنا ہوا تھا جو باغات تک پہنچتا تھا، اور اس کے پانی کے ذریعے باغوں کی سیرابی کی جاتی تھی جس بناء پر پانی مستقل طور پر ٹھہرتا نہیں تھا، بلکہ ماءِ جاری کی طرح نکلتا رہتا تھا اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ آپ کا اس حدیث سے اسدلال کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ بیرِ بضاعہ کا حکم اور اسی طرح ہر اس جگہ کا حکم جو مذکورہ ہیئت وصفت پر ہو ماءِ جاری والا ہوگا اور ماءِ جاری کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ وہ وقوعِ نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا، ہاں البتہ اگر نجاست پانی کے اوصاف (رنگ، بو یا مزہ) پر غالب آجائے یا ایسی صورت ہو کہ جو پانی اس سے لیا گیا ہے اس میں نجاست نکل آئے تو ان دونوں صورتوں میں ماءِ جاری ناپاک ہوجائے گا اور اس کے علاوہ کسی صورت میں ناپاک نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۴)-ص/۱۵

فَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ لِأَهْلِ الْمَقَالَةِ الَّتِي صَحَّحْنَاهَا أَنَّ هَاتَيْنِ الْقُلَّتَيْنِ لَمْ يُبَيَّنْ لَنَا فِي هٰذِهِ الْآثَارِ مَامِقْدَارُهُمَا فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مِقْدَارُهُمَا قُلَّتَيْنِ مِنْ قِلَالِ هَجَرَ كَمَا ذَكَرْتُمْ وَيُحْتَمَلُ أَنْ تَكُونَا قُلَّتَيْنِ أُرِيْدَ بِهِمَا قُلَّتَا الرَّجُلِ، وَهِيَ قَامَتُهُ فَأُرِيْدَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ أَيْ قَامَتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ نَجَسًا لِكَثْرَتِهِ، وَلِأَنَّهُ يَكُونُ بِذَالِكَ فِي مَعْنَى الْأَنْهَارِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): عبارت کی تسلی بخش تشریح کیجیے۔

(ج): ماءِ قلیل اور کثیر کی تعیین میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کیجیے۔

الجواب

(الف):عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: ان لوگوں کے خلاف حجت، اس قول والوں کے لیے جس کو ہم صحیح قرار دیتے ہیں، یہ ہے کہ ان آثار میں ہمیں قلتین کی مقدار نہیں بتائی گئی ہے، تو ممکن ہے کہ ان قلتین کی مقدار ہجر کے دو قلّے ہوں جیسا کہ تم بیان کرتے ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ قلتین سے مراد آدمی کا قد ہو تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ جب پانی دو قلّہ یعنی دو انسانی قد کے برابر ہو جائے تو وہ نجاست کو قبول نہیں کرتا اس لیے کہ وہ کثیر ہو جاتا ہے، نیز وہ اس وجہ سے دریا کے معنیٰ میں ہو جائے گا۔

(ب): تشریح:

فکان من الحجة علیهم الخ کے تحت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس حدیث شریف کے اندر سنداً، متناً، معنیً، مصداقاً چار طریقوں سے اضطرابات واقع ہوا ہے، اس لیے اس حدیث شریف سے استدلال نہیں ہو سکتا۔

اضطراب فی السند:

حضرت جیؒ نے امانی الاحبار (ج/۱، ص/۴۱) میں اور حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود (ج/۱، ص/۴۰) میں اضطراب کی سند کو یوں بیان فرمایا ہے کہ اس حدیث شریف کا مدار تین شخصوں پر ہے:

پہلا راوی: ولید ابن کثیر اور ولید ابن کثیر سے چار طریقہ سے یہ سند مروی ہے۔

(۱) ولید بن کثیر عن محمد بن جعفر ابن زبیر.

(۲) ولید ابن کثیر عن محمد ابن عباد ابن زبیر.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) ولید ابن کثیر عن عبیداللہ ابن عمر.

(٤) ولید ابن کثیر عن عبداللہ ابن عمر.

دوسرا راوی: محمد ابن اسحاق۔ ان سے یہ حدیث دو طریقے سے مروی ہے:

(۱) محمد ابن اسحاق عن محمد ابن جعفر ابن زبیر.

(۲) محمد ابن اسحاق عن محمد ابن عباد ابن زبیر.

نیز محمد ابن اسحاق کو علی ابن مدینیؒ وغیرہ حفاظِ حدیث میں ضعیف کہا ہے۔

تیسرا راوی: حماد ابن سلمہ ہے یہ معتبر راوی ہے۔ اور ان کی سند میں اضطراب بھی نہیں ہے، لیکن ان کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر پر موقوف ہے اور تمہارے نزدیک موقوف حدیث ایسے اختلافی مسئلہ پر قابلِ استدلال نہیں ہوتی ہے، اس لیے حماد بن سلمہ کی روایت سے استدلال درست نہیں ہوسکتا۔

اضطراب فی المتن:

امانی الاحبار اور بذل المجہود کے اندر اضطراب فی المتن کی صورت یہ بیان کی ہے:

"اذابلغ الماء" کہ چار طریقہ سے ثابت ہے:

(ا) إذابلغ الماء قلتين فليس يحمل الخبث جیسا کہ طحاوی میں ہے۔

(۲) إذابلغ الماء قدر قلتين أو ثلاث قلل جیسا کہ مسند احمد اور دار قطنی وغیرہ میں ہے۔

(۳) إذا كان الماء قلةً لايحمل الخبث.

(۴) إذا كان الماء اربعين قلة لايحمل الخبث.

اضطراب فی المعنیٰ:

قلہ کے چار معنیٰ مشہور ہیں: (ا) مٹکا (۲) قد آدم (۳) پہاڑ کی چوٹی (۴) ہر چیز کا اوپری حصہ۔ تو آپ اگر ان چاروں میں سے قلہ بمعنیٰ مٹکا لیتے ہیں تو ہمیں حق ہوگا کہ ہم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بھی قلہ بمعنیٰ قد آدم لے لیں۔ تو حدیث شریف کا معنیٰ یہ ہوگا کہ جب پانی دو قد آدم کو پہنچ جائے تو نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اور ہمارے نزدیک بھی جو پانی دو قد آدم کے برابر ہوتا ہے وہ ماءِ کثیر کے حکم میں ہے۔

اضطراب فی المصداق:

یہ ہے کہ اگر قلہ کے معنیٰ مٹکا ہی فرض کیے جائیں جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے، تو مٹکے حجم میں بہت زادہ متفاوت ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی تعیین مشکل ہے، اس لیے کہ حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ کتنا بڑا مٹکا مراد ہے۔

بہر حال یہ حدیث ہر اعتبار سے مضطرب ہے اور محدثین کے یہاں مضطرب حدیث کو قابلِ استدلال شمار نہیں کیا جاتا ہے، لہٰذا آپ کا بھی اس حدیث سے استدلال درست نہیں ہوسکتا۔

(ج): اختلافِ ائمہ:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قلت و کثرت کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، بلکہ آپ نے اس کو رائے مبتلیٰ بہ پر چھوڑا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر اتنا پانی ہے کہ ایک طرف حرکت دینے سے دوسری طرف حرکت ہوتی ہو تو قلیل ہے اور اگر حرکت نہ ہوتی ہو تو کثیر ہے۔

امام محمدؒ کی طرف منسوب یہ ہے کہ اگر پانی دہ دردہ سے کم ہو تو قلیل ہے ورنہ تو کثیر ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک پانی کی قلت و کثرت کا معیار قلتین (دو مٹکے) ہے۔

احناف کی دلیل:

بیئر زمزم کے سلسلے میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک حبشی کے گر کر مرنے کی وجہ سے بیر زمزم کا پورا پانی نکالنے کا حکم دیا، حالانکہ بیر زمزم جیسا کنواں یقینی طور پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دو قلّے سے بڑا تھا پھر بھی ابن زبیرؓ نے کنویں کے ناپاک ہو جانے کی بناء پر پانی کے نکالنے کا حکم دیا تو جب اتنا بڑا کنواں وقوعِ نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے تو یقیناً دو مٹکے پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی دلیل:

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ سے دریافت کیا گیا پانی کے متعلق اور ان گڑھوں کے متعلق جن پر درندے آتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا جب پانی دو قلّوں کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ نجاست کو قبول نہیں کرتا۔

سوال (۵)-ص/۱۷

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَإِنَّا قَدْرَأَيْنَا الْإِنَاءَ يُغْسَلُ، فَلِمَ لَاكَانَتِ الْبِئْرُ كَذٰلِكَ؟ قِيْلَ لَهٗ: إِنَّ الْبِئْرَ لَايُسْتَطَاعُ غَسْلُهَا، لِأَنَّ مَايُغْسَلُ بِهٖ يَرْجِعُ فِيْهَا وَلَيْسَتْ كَالْإِنَاءِ الَّذِيْ يُهْرَاقُ مِنْهُ مَايُغْسَلُ بِهٖ. فَلَمَّا كَانَتِ الْبِئْرُ مِمَّا لَايُسْتَطَاعُ غَسْلُهَا وَقَدْثَبَتَ طَهَارَتُهَا فِيْ حَالٍ مَا، وَكَانَ كُلُّ مَنْ أَوْجَبَ نَجَاسَتَهَا بِوُقُوْعِ النَّجَاسَةِ فِيْهَا فَقَدْ أَوْجَبَ طَهَارَتَهَا بِنَزَحِها وَإِنْ لَمْ يَنْزَحْ مَافِيْهَا مِنْ طِيْنٍ. فَلَمَّاكَانَ بَقَاءُ طِيْنِهَا فِيْهَا لَايُوْجِبُ نَجَاسَةَ مَايَطْرَأُ فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ وَإِنْ كَانَ يَجْرِيْ عَلٰى ذٰلِكَ الطِّيْنِ، كَانَ إِذًا مَابَيْنَ حِيْطَانِهَا أَحْرٰى أَنْ لَايَنْجُسَ.

(الف): مذکورہ عبارت پر اعراب لاکر ترجمہ کریں۔

(ب): مذکورہ عبارت میں ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، آپ اعتراض و جواب دونوں تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: پھر اگر کوئی کہنے والا کہے کہ برتن کو تو دھویا جاتا ہے، تو کنواں ایسا کیوں نہیں ہے؟ (کنویں کو کیوں نہیں دھویا جاتا؟)۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ کنویں کو دھونا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ جس پانی سے اس کو دھویا جائے گا وہ پانی اسی میں لوٹ جائے گا، اور کنواں برتن کی طرح نہیں ہے کہ وہ پانی جس سے برتن کو دھویا جاتا ہے، وہ بہادیا جاتا ہے، تو جب کنواں ایسا ہے کہ جس کو دھونا ممکن نہیں ہے، درانحالیکہ کسی وقت میں کنویں کا طاہر ہونا ثابت ہے، اور جنہوں نے وقوعِ نجاست سے کنویں کے ناپاک ہونے کو واجب قرار دیا ہے، انہوں نے پانی کو نکال دینے سے کنویں کی طہارت کو بھی ثابت کیا ہے، اگرچہ وہ کیچڑ نہ نکالی جائے جو کنویں کے اندر ہے، تو جب اس ناپاک کیچڑ کا کنویں میں باقی رہنا اس پانی کے نجس ہونے کا موجب نہیں ہے جو از سرِ نو کنویں میں آتا ہے، اگرچہ وہ نیا پانی اسی ناپاک کیچڑ پر بہتا ہے، تو پھر وہ پانی جو دیواروں کے درمیان ہے بدرجۂ اولیٰ ناپاک نہیں ہوگا۔

(ب): عبارت میں مذکور اعتراض وجواب:

اعتراض:

یہ ہے کہ کتے کے برتن میں منہ ڈالنے کی وجہ سے برتن کو دھونے کا حکم ہے، تو وقوعِ نجاست کی وجہ سے کنویں کی دیوار وغیرہ کو بھی دھونا واجب ہونا چاہیے، حالانکہ آپ ایسا کوئی حکم نہیں دیتے ہیں؟

جواب:

اس اعتراض کا جواب امام طاوی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ کنویں کا دھونا ممکن نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، کیونکہ جس پانی سے کنویں کی دیواروں کو دھویا جائے گا وہ پانی لوٹ کر واپس کنویں میں ہی آئے گا، اس کو باہر نکالنا ممکن نہیں ہے، اور رہا برتن تو اس کو دھونا ممکن ہے، اس طور پر کہ جس پانی سے برتن کو دھویا جائے، برتن پلٹ کر اس پانی کو اُنڈیل دیا جائے، جبکہ کنویں میں ایسا کچھ ممکن نہیں ہے، لہٰذا اگر برتن کی طرح کنویں کو بھی دھونے کا حکم دیا جائے تو "تکلیف مالا یطاق" ہو جائے گا۔

نیز صحابہ وتابعین کے جو آثار وفتاویٰ ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں صرف پانی نکالنے کا حکم ہے، کنویں کی تہ میں موجود مٹی اور چیڑ کو نکالنے کا حکم کسی نے بھی نہیں دیا، تو جس طرح ناپاک پانی نکال دینے کے بعد کنویں کا کیچڑ وغیرہ اس کے ماءِ طاری یعنی نئے پانی کو ناپاک نہیں کرتا، اسی طرح دیواروں کے ناپاک ہونے کی وجہ سے ماءِ طاری ناپاک نہیں ہوگا۔

(ج): نظرِ طحاوی:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقل ونظر سے معلوم ہوتا ہے کہ کنواں پاک کرنے کے لیے تین کام ضروری ہیں: (۱) اس کی دیواروں کو دھویا جائے (۲) مٹی، کیچڑ کو نکالا جائے (۳) اس کو کھودا جائے، لیکن تمام علماء وفقہاء کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ کیچڑ نکالنا اور کھودنا واجب نہیں ہے، لہٰذا دیواروں کا دھونا بدرجۂ اولیٰ واجب نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۶)-ص/۱۸

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصْغِي الْاِنَاءَ لِلْهِرِّ وَيَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهٖ.

قَالَ اَبُوْجَعْفَرٍ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى هٰذَا الْاَثَرِ فَلَمْ يَرَوْا بِسُوْرِ الْهِرِّ بَأْسًا وَخَالَفَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ آخَرُوْنَ فَكَرِهُوْهُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): اس سلسلے میں امام طحاویؒ کی کیا رائے ہے؟ لکھ کر نظرِ طحاوی بھی بیان کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ بلی کے لیے برتن کو جھکا دیتے تھے اور اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرماتے تھے۔

امام ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کچھ لوگ اس اثر کی طرف گئے ہیں اور وہ لوگ بلّی کے جھوٹے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور دوسرے لوگوں نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے اور بلّی کے جھوٹے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(ب): اختلافِ ائمہ:

امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بلّی کا جھوٹا پاک ہے۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام زفر، حسن بن زیاد، حسن بصری اور امام محمد رحمہم اللہ کی محقق روایت کے مطابق بلّی کا جھوٹا مکروہ ہے۔

دلیل: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے برتن کی پاکی جب بلّی اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اس کو ایک یا دو مرتبہ دھویا جائے۔

(ج): امام طحاوی رحمہ اللہ کی رائے:

امام طحاوی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بلّی کا جھوٹا مکروہ تحریمی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نظر طحاوی:

نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی جاندار اگر کسی چیز میں منہ ڈال دے تو اس چیز (سور) کا مَس اس جاندار کے گوشت کے ساتھ ہوا کرتا ہے، لہٰذا اگر وہ گوشت پاک ہو تو یہ سور بھی پاک ہوگا اور اگر ناپاک ہو تو یہ سور بھی ناپاک ہوگا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گوشت کی چار قسمیں ہیں، کیونکہ یا تو وہ پاک ہوگا یا ناپاک پھر پاک ہونے کی صورت میں ماکول ہوگا یا غیر ماکول اسی طرح ناپاک ہونے کی صورت میں ماکول ہوگا یا غیر ماکول اسی طرح ناپاک ہونے کی صورت میں یا تو اس کی نجاست و حرمت کتاب اللہ سے ثابت ہوگی یا سنتِ رسولؐ سے۔

(۱) لحم طاہر ماکول:

جیسا کہ اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کے گوشت ان کے سور بالاتفاق پاک ہیں۔

(۲) لحم طاہر غیر ماکول:

جیسے بنی آدم کے گوشت، ان کے سور بلا اختلاف پاک ہیں۔

(۳) لحم نجس:

جس کی حرمت کتاب اللہ سے ثابت ہو جیسے: خنزیر کا گوشت اس کا سور بالاتفاق ناپاک ہے۔

(۴) لحم نجس:

جس کی حرمت سنتِ رسول سے ثابت ہو جیسے اہلی گدھا اور ذی ناب درندے کے گوشت اب پہلی قسموں میں سور جبکہ طہارت و نجاست کے حکم میں بالاتفاق گوشت کے تابع ہے۔ چوتھی قسم میں بھی گوشت کے تابع ہونا چاہیے، لہٰذا اہلی گدھا اور ذی ناب درندوں کے گوشت جبکہ نجس ہے تو ان کے سور بھی نجس ہوگا اور ذی ناب درندوں میں سے بلی بھی ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ بلی درندوں میں سے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۷)-ص/۲۰

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَاقَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَايُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يُفْرِغَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثًا فَاِنَّهُ لَايَدْرِي اَحَدُكُمْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): اس حدیث کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے کس باب کے تحت ذکر فرمایا ہے؟

(ج): جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسے کتنی مرتبہ دھونا ضروری ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں اس وقت تک نہ ڈالے جب تک کہ اس پر دو یا تین مرتبہ پانی نہ ڈال لے، اس لیے کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات بھر اس کا ہاتھ کہاں رہا۔

(ب): اس حدیث کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے کس باب کے تحت ذکر فرمایا ہے؟

اس حدیث کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے "باب سؤر الكلب" کے تحت ذکر کیا ہے۔

(ج): جس برتن میں کتا... اسے کتنی مرتبہ دھونا ضروری ہے؟ اختلافِ ائمہ:

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو تین مرتبہ دھویا جائے گا۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ ابتدائی زمانے میں پانی کی قلت کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانی سے استنجاء نہیں کرتے تھے، بلکہ استنجاء بالاحجار کرتے تھے، اور استنجاء بالاحجار میں اِس بات کا پورا پورا امکان رہتا ہے کہ نجاست کا کچھ حصہ مخرج میں رہ گیا ہو، نیز عرب کا علاقہ گرم تھا اور موٹے کپڑوں کا رواج تھا، اس لیے یہ احتمال موجود ہے کہ سونے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو پسینہ آئے اور حالتِ نوم میں ان کا ہاتھ محلِ نجاست پر پہنچنے کی وجہ سے ناپاک ہو جائے، اس بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیدار ہونے کے بعد احتیاطاً تین مرتبہ ہاتھ دھونے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر پیشاب پاخانہ وغیرہ ہاتھ پر لگا ہو تو وہ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، حالانکہ وہ دونوں اغلظ النجاسات ہیں، تو جب اغلظ نجاستیں تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں، تو سؤرِ کلب جو اس سے کم درجہ کی نجاست ہے، تو وہ بدرجۂ اولیٰ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گی۔

(نوٹ): امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سات مرتبہ دھونے کا حکم امرِ تعبدی کے طور پر ہے؛ کیونکہ ان کے نزدیک کتا کے منہ ڈالنے سے برتن ناپاک نہیں ہوتا۔

امام شافعی اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا بھی واجب ہے، ان حدیثوں کی وجہ سے جن میں تتریب کا لفظ آیا ہے۔

سوال نمبر (۸)۔ص/۳۲

عَنِ الْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُؤْرِ الْمَرْأَةِ، قَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى هٰذِهِ الْآثَارِ فَكَرِهُوْا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ أَوْتَتَوَضَّأَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ وَخَالَفَهُمْ فِي ذَالِكَ آخَرُوْنَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مرد کا فضلہ عورت کے لیے اور عورت کا فضلہ مرد کے لیے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماء کے مذاہب بیان کریں۔

(ج): "قوم" اور "آخرون" کا مصداق متعین کریں، نیز نظر طحاوی بھی سپرد قرطاس کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت حکم غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے جھوٹے سے منع فرمایا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: کچھ لوگ ان آثار کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے مکروہ قرار دیا ہے اس کو کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے، یا عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے اور اس سلسلے میں دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے۔

(ب): مرد کا فضلہ عورت کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ علماء کے مذاہب:

حسن بصری اور سعید بن مسیّب رحمہما اللہ کے نزدیک مرد کا فضلہ عورت کے لیے استعمال کرنا جائز ہے، لیکن عورت کا فضلہ مرد کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔

(۲) امام شعبی اور امام اوزاعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کے لیے مرد کا فضلہ استعمال کرنا جائز ہے اور مرد کے لیے اجنبیہ اور حائضہ عورت کا فضلہ استعمال کرنا جائز نہیں۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کا فضلہ مرد کے لیے جائز نہیں، البتہ جب دونوں ساتھ شروع کریں تو جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ مرد کا فضلہ عورت کے لیے اور عورت کا فضلہ مرد کے لیے مطلقاً جائز نہیں۔

(۵) امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک مرد کا فضلہ عورت کے لیے اور عورت کا فضلہ مرد کے لیے مطلقاً جائز ہے۔

(ج): "قوم" اور "آخرون" کا مصداق اور نظر طحاوی:

"قوم" کا مصداق پہلے کے چاروں مذاہب ہیں۔ اور "آخرون" کا مصداق ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی رحمہم اللہ) اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ ہیں۔

نظر طحاوی:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سؤر بنی آدم کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں، بعض سے جواز اور بعض سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔ تو دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہو گیا لہٰذا قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا، تو ہم نے دیکھا کہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ مرد و عورت جب ایک برتن سے ساتھ ساتھ پانی لیں تو پانی ناپاک نہیں ہوتا، اور نجاست کے بارے میں یہ اُصول ہے کہ نجاست پانی کے استعمال سے پہلے گرے یا استعمال کے وقت دونوں صورتوں میں حکم یکساں رہتا ہے، لہٰذا مرد و عورت ایک ساتھ وضو کریں یا یکے بعد دیگرے کریں دونوں صورتوں میں حکم یکساں رہنا چاہیے، حالانکہ ساتھ ساتھ طہارت حاصل کرنے کی صورت میں آپ کے نزدیک بھی پانی پاک رہتا ہے، تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے کرنے کی صورت میں بھی پانی پاک رہے، تا کہ دونوں صورتوں کا حکم یکساں ہو جائے۔

سوال نمبر (۹)۔ص/۲۴

عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي أَنَّهَا سَمِعَتْ اَبَاهَا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَسَلَّمَ يَقُولُ لَاصَلَاةَ لِمَنْ لَاوُضُوءَ لَهُ، وَلَاوُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى أَنَّ مَنْ لَمْ يُسَمِّ عَلٰى وُضُوءِ الصَّلَاةِ فَلَايُجْزِيهِ وُضُوءُهُ وَاحْتَجُّوا فِي ذٰلِكَ بِهٰذَا الْأَثَرِ، وَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ آخَرُونَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): تسمیہ علی الوضو کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): مذکورہ حدیث جن لوگوں کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: رباح بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ مجھ سے میری دادی (حضرت اسماءؓ) نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت سعید بن زیدؓ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اس کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہیں لیا۔ تو کچھ لوگ اس طرف گئے ہیں کہ جس نے نماز کے لیے کیے جانے والے وضو پر بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو کافی نہیں ہوگا، اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے۔

(ب): تسمیہ علی الوضو کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

اصحابِ ظواہر کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت میں تسمیہ علی الوضو واجب ہے۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی اظہر روایت یہ ہے کہ تسمیہ علی الوضوء واجب نہیں ہے، بلکہ سنت ہے۔

دلیل: حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں یہ بیان کیا گیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا، پھر جب آپ وضو سے فارغ ہو گئے تو فرمایا: تمہارے سلام کا جواب دینے سے مجھے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ میں نے بغیر طہارت اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اچھا نہیں سمجھا۔

(ج): مذکورہ حدیث جن لوگوں کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

یہ حدیث جن لوگوں کے خلاف ہے وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حدیث کے دوسرے جزء "لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه" میں دو احتمال ہیں، پہلا احتمال تو یہ ہے کہ لا وضوء میں لانفی جنس کے لیے ہو یعنی عدمِ تسمیہ کی صورت میں وضوء ہوگا ہی نہیں، جیسا کہ آپ کی رائے ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ لانفی کمال کے لیے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ عدمِ تسمیہ کی صورت میں وضوء تو ہو جائے گا، البتہ اس پر ثواب کا ترتب نہیں ہوگا۔ اور نفی کو نفی کمال کے لیے لینا بکثرت مستعمل ہے جس کی دو نظریں امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہیں، تو اس بات سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ کی ذکر کردہ روایت دو معنیٰ کا احتمال رکھتی ہے اور کوئی ایک معنیٰ متعین کرنے کے لیے وجہِ ترجیح بھی موجود نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ایسے معنیٰ مراد لیے جائیں جو حضرت مہاجر بن قنفذ کی روایت کے معانی کے مطابق ہو جائیں، اور دونوں روایات میں کسی قسم کا تعارض باقی نہ رہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ "لا وضوء" میں نفی کمال مراد ہے، نفی جنس مراد نہیں، یعنی جس شخص نے بلا تسمیہ وضو کیا اس کا وضو ہو جائے گا، ہاں البتہ اس کا وضو موجبِ ثواب نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۱۰)۔ص ر ۲۷

عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ أَرَاهُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ مَسْحَ رَأْسِهِ، وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى مُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ مَرَّ بِهِمَا حَتّٰى بَلَغَ الْقَفَا ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى بَلَغَ الْمَكَانَ الَّذِي مِنْهُ بَدَأَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مسحِ رأس میں کتنی مقدار فرض ہے؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ دکھلایا، چنانچہ جب سر کے مسح کی باری آئی تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو سر کے اگلے حصہ پر رکھا پھر ان کو پھیرا یہاں تک کہ گدی تک پہنچ گئے، پھر دونوں ہتھیلیوں کو واپس لائے یہاں تک کہ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے شروع کیا تھا۔

(ب): مسحِ رأس میں کتنی مقدار فرض ہے؟ اختلافِ ائمہ:

امام مالک، امام مزنی اور شیخ ابوعلی جبائی رحمہم اللہ کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ سر کے بعض حصے پر مسح کرنے سے فرض ادا ہو جائے گا، البتہ پورے سر کا مسح مسنون ہے۔

دلیل: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر عمامہ تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمامے اور سر کے اگلے حصے پر مسح کیا۔

(ج): مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں پورے سر کا مسح کیا۔ یہ محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور صرف فعل سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی، اگر محض فعل سے فرضیت ثابت ہوتی تو ماقبل میں روایات گزری ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں تین تین مرتبہ اعضاء کو دھوتے تھے، اور وہاں پر کوئی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا فرض ہے خود آپ حضرات بھی ایک مرتبہ کو فرض اور بقیہ کو سنت کہتے ہیں تو اسی طرح یہاں پر بھی محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استیعاب کی فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔

سوال نمبر (۱۱)-ص/۲۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ عَلَيَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ أَرَاقَ الْمَاءَ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ فَقَالَ يَابْنَ عَبَّاسٍ أَلَاأَتَوَضَّأُ لَكَ كَمَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قُلْتُ: بَلٰى، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي. فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيْلًا ذَكَرَ فِيهِ أَنَّه أَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا فَصَكَّ بِهِمَا وَجْهَهُ ثُمَّ الثَّانِيَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَلْقَمَ إِبْهَامَيْهِ مَاأَقْبَلَ مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى فَصَبَّهَا عَلٰى نَاصِيَتِهِ ثُمَّ أَرْسَلَهَا تَسْتَنُّ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا وَالْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ وَظُهُوْرَ أُذُنَيْهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): وضوء کے اندر کانوں کو دھویا جائے گا یا مسح کیا جائے گا؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): نظرِ طحاوی بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پیشاب سے فارغ ہوکر میرے پاس آئے اور آپ نے ایک برتن پانی منگوایا اور فرمایا: اے ابن عباس! کیا میں تمہیں وضو کرکے نہ دکھاؤں جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں، میرے والدین آپ پر قربان ہوں، پھر ابن عباس نے ایک طویل واقعہ بیان کیا جس میں یہ بھی تھا کہ آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ایک چلو پانی لیا اور اپنے چہرے پر چھپکا مارا، پھر دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ایسی ہی کیا، پھر اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے اگلے حصے پر پھیرا پھر اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں پانی لیا اور اس کو پیشانی پر ڈال لیا اور اس کو چہرے پر بہنے دیا پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا اور بائیں ہاتھ کو بھی اسی طرح (کہنی تک تین مرتبہ دھویا) پھر اپنے سر اور کانوں کے پچھلے حصے کا مسح کیا۔

(ب): وضوء کے اندر کانوں کو دھویا جائیگا یا مسح کیا جاءگا؟ اختلافِ ائمہ مدلل:

اسحاق بن راہویہ، عامر شعبی، حسن بن صالح، ابن سیرین وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ کانوں کے اگلے حصے کو چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا اور پچھلے حصے کا سر کے ساتھ مسح کیا جائے گا۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ دونوں کان سر کا جزء ہے، لہٰذا سر کے ساتھ اور اسی کے پانی سے ان کا مسح کیا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس کے اندر یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا۔

(ج): نظرِ طحاوی:

نظر طحاوی کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری شریعت کا جائزہ لینے سے یہ بات ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ شریعت نے احکامِ شرعیہ میں کانوں کو سر کے ساتھ ملحق مانا ہے، جیسا کہ عورت کے لیے حالتِ احرام میں سر ڈھکنا ضروری ہے اور چہرہ ڈھکنا جائز نہیں اور تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محرمہ عورت کانوں کے اگلے اور پچھلے دونوں حصوں کو سر کے ساتھ ڈھانپے گی، تو جس طرح ڈھانپنے کے مسئلے میں کان سر کے حکم میں ہیں اسی طرح مسح کے سلسلے میں بھی کانوں کا وہی حکم ہوگا جو سر کا ہے۔

سوال نمبر (۱۴)-ص/۳۰

عَنِ النَّزَالِ بْنِ سَبْرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ قَعَدَ لِلنَّاسِ فِي الرَّحْبَةِ، ثُمَّ أُوتِيَ بِمَاءٍ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ وَشَرِبَ فَضْلَهُ قَائِمًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّ هٰذَا يَكْرَهُ، وَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ مِثْلَ مَاصَنَعْتُ، وَهٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): وضوء میں خفین پہنے ہوئے نہ ہونے کی حالت میں پیروں کو دھونا واجب ہے یا مس کرنا؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): مذکورہ حدیث کے سلسلے میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے جو تحقیق کی ہے اسے سپردِ قرطاس کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : حضرت نزال بن سبرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر لوگوں کے لیے کشادہ جگہ میں بیٹھ گئے، آپ کے پاس پانی لایا گیا تو آپ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا اور سر اور دونوں پیروں کا مسح کیا، اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پیا، پھر فرمایا: لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنا (کھڑے ہوکر پینا) ناپسندیدہ ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور یہ غیر محدث کا وضو ہے۔

(ب): وضوء میں خفین پہنے ہوئے نہ ہونے کی حالت میں پیروں کو دھونا واجب ہے یا مسح کرنا؟ اختلافِ ائمہ:

شیعوں کا ایک فرقہ امامیہ کہتا ہے کہ عدمِ خف کی حالت میں دونوں پیروں کا مسح کرنا واجب ہے دھونا جائز نہیں۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک دونوں پیروں کا دھونا واجب ہے، مسح کرنا جائز نہیں۔

دلیل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھایا اور تین مرتبہ چہرے کو اور تین مرتبہ ہاتھوں کو دھویا اور سر کا مسح کیا اور دونوں پیروں کو دھویا۔

(ج): مذکورہ حدیث کے سلسلے میں امام طحاوی رحمہ اللہ کی تحقیق:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرقۂ امامیہ کا مذکورہ حدیث سے استدلال کرنا درست

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں؛ کیونکہ اس حدیث کے اندر جس طرح رجلین کے لیے مسح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اسی طرح وجہ اور یدین کے لیے بھی مسح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، تو آپ کو وجہ اور یدین کے مسح کا بھی قائل ہونا چاہیے، حالانکہ ان دونوں کا وظیفہ آپ کے نزدیک بھی غسل ہے، اب اگر آپ یہ تاویل کرتے ہیں کہ وجہ اور یدین کے لیے جو مسح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ غسل کے معنیٰ میں ہے، تو اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ رجلین کے لیے جو مسح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ بھی غسل کے معنیٰ میں ہے۔ بہر حال کسی بھی صورت میں اس روایت سے مسح رجلین کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔

سوال (۱۴)-ص/۳۴

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَ: ثَنَا أَبُوعَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: تَخَلَّفَ عَنَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْأَرْهَقَتْنَا صَلَاةُ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِلَالٌ: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْثَلَاثًا.

(الف): مذکورہ حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب): تشریح کریں۔

(ج): نظر طحاوی بیان کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت پہنچے جبکہ عصر کے وقت نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے اور اپنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیروں پر مسح کر رہے تھے، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی: ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ (حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ) دو یا تین مرتبہ کہا۔

(ب): تشریح:

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایڑیاں وضو میں خشک رہ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ"، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں کا وظیفہ غسل ہے مسح نہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں کے ایک معمولی حصہ کے خشک رہ جانے پر اتنی سخت وعید بیان فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ رجلین میں استیعاب ضروری ہے اور استیعاب غسل میں ہی ممکن ہے مسح میں ممکن نہیں۔ اس مضمون کی روایات امام طحاوی رحمہ اللہ نے پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سولہ سندوں کے ساتھ ذکر فرمائی ہیں۔

(ج): نظر طحاوی:

امام طحاوی رحمہ اللہ چوتھی دلیل یعنی نظر طحاوی پیش کر رہے ہیں، ماقبل میں احادیث گزریں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ جب کوئی شخص وضو میں اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیروں کا وظیفہ غسل ہے، اس لیے کہ اگر پیروں کا وظیفہ مسح ہوتا تو ان کے دھونے سے نہ گناہ جھڑتے اور نہ ثواب کا ترتب ہوتا جیسا کہ سر کا مسئلہ ہے کہ اگر سر پر مسح کے بجائے اس کو دھویا جائے تو نہ گناہ جھڑیں گے اور نہ ثواب کا ترتب ہوگا، لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ پیروں کا وظیفہ غسل ہی ہے مسح نہیں ہے۔

سوال نمبر (۱۴)۔ص/۳۵

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ بِوُضُوْءٍ وَاحِدٍ، وَمَسَحَ عَلَى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خُفَّيهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: صَنَعْتَ شَيْئًا يَارَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ عَمَدًا فَعَلْتُهُ يَاعُمَرُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): ہر نماز کے لیے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی بیان کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : حضرت سلمان بن بریدہ روایت کرتے ہیں اپنے والد سے کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں، اور خفین پر مسح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے آج ایسا کام کیا ہے جو آپ اس سے پہلے نہیں کرتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔

(ب): ہر نماز کے لیے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

شیعہ اور اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ مقیم پر ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا واجب ہے خواہ وہ پہلے سے بے وضو ہو یا باوضو۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔

ائمہ اربعہ اور جمہور علماء رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ مقیم اور مسافر دونوں کے لیے ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری نہیں ہے، ہاں البتہ پہلے سے باوضو ہونے کے باوجود نیا وضو کرنا مستحب ہے۔

دلیل: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری عورت (عمرہ بنت حزام) کے گھر پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے، تو ان انصاریہ نے ایک بھنی ہوئی بکری ان لوگوں کے سامنے پیش کی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور ہم نے بھی کھایا، پھر ظہر کا وقت ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے نماز پڑھی پھر بچے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہوئے اور تناول فرمایا پھر عصر کا وقت ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

(ج): نظر طحاوی:

نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ طہارت دو قسم کی ہے: طہارتِ صغریٰ (وضو) اور طہارتِ کبریٰ (غسل) تو ہم نے غور کیا کہ طہارتِ کبریٰ کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ وہ مرورِ وقت سے نہیں ٹوٹتی، جب تک کہ کوئی حدثِ اکبر مثلاً احتلام، جماع وغیرہ پیش نہ آجائے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ طہارتِ صغریٰ بھی مرورِ وقت سے نہیں ٹوٹے گی، جب تک کہ کوئی حدث مثلاً بول و براز خروجِ ریح وغیرہ پیش نہ آجائے، لہٰذا ثابت ہوگیا کہ باوضو شخص پر ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔

سوال نمبر (۱۵)-ص/۳۸

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ اَنَّ عَلِيًّا اَمَرَ عَمَّارًا اَنْ يَّسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ قَالَ يَغْسِلُ مَذَاكِيْرَهٗ وَيَتَوَضَّأُ قَالَ اَبُوْجَعْفَرَ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى أَنَّ غَسْلَ الْمَذَاكِيْرِ وَاجِبٌ عَلَى الرَّجُلِ إِذَا اَمْذٰى وَإِذَا بَالَ وَاحْتَجُّوْا فِيْ ذَالِكَ بِهٰذَا الْاَثَرِ وَخَالَفَهُمْ فِيْ ذَالِكَ آخَرُوْنَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذی پاک ہے یا ناپاک؟ اگر ناپاک ہے تو اس کے لیے آلۂ تطہیر کیا ہے؟ اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): مذکورہ حدیث کن حضرات کا مستدل ہے؟ نیز نظر طحاوی بھی تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق دریافت کریں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا شخص اپنے مذاکیر کو دھوئے اور وضو کرے، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک قوم اس بات کی طرف گئی ہے کہ آدمی کو جب مذی آئے اور جب وہ پیشاب کرے تو اس پر مذاکیر کا دھونا لازم ہے اور انہوں نے اس سلسلے میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے، اور دوسرے لوگوں نے اس مسئلے میں ان کی مخالفت کی ہے۔

(ب): مذی پاک ہے یا ناپاک؟

فرقۂ امامیہ کے نزدیک مذی پاک ہے۔

ائمہ اربع اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک ناپاک ہے۔

آلۂ تطہیر کے سلسلہ میں اختلافِ ائمہ:

اس سلسلے میں تین مذاہب ہیں:

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صف نضح یعنی چھینٹے مارنے سے طہارت حاصل ہو جائے گی۔

(۲) امام شافعی، امام مالک اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ چھینٹے مارنے اور ڈھیلے کے استعمال سے طہارت حاصل نہ ہوگی، بلکہ پانی سے دھونا لازمی ہے۔

(۳) احناف کے نزدیک پیشاب کی طرح ڈھیلے اور پانی دونوں سے طہارت حاصل ہو جائے گی، البتہ صرف چھینٹے مارنا کافی نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): مذکورہ حدیث کن حضرات کا مستدل ہے؟

مذکورہ حدیث فریقِ اوّل (مالکیہ اور حنابلہ) کی دلیل میں امام طحاوی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت کو پیش کیا ہے۔

نظرِ طحاوی:

نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ مذی ایک نجاست ہے اور ہم نے دوسری نجاستوں جیسے پاخانہ اور خون وغیرہ کے بارے میں غور کیا، ان کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ ان کے خروج کے سلسلے میں صرف موضوعِ نجاست کو دھویا جائے گا اور وضو کیا جائے گا اور موضعِ نجاست کے علاوہ کسی دوسرے حصّے کا دھونا واجب نہیں ہوگا، اور مذی بھی چونکہ ایک نجاست ہے، لہٰذا اس کا حکم بھی دیگر نجاستوں کی طرح ہوگا، صرف موضعِ نجاست کا دھونا واجب ہوگا، مذکیر کا دھونا واجب نہ ہوگا۔

سوال نمبر (۱۶) - ص/۴۱

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذکورہ حدیث کن حضرات کی مستدل ہے؟ طریقۂ استدلال کیا ہے؟

(ج): فریقِ مخالف نے مذکورہ حدیث کا جواب کیا دیا ہے؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیتی تھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مذکورہ حدیث کن حضرات کی مستدل ہے؟

مذکورہ حدیث فریقِ اوّل (امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ) کا مستدل ہے۔

طریقۂ استدلال کیا ہے؟

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا عمل بیان کیا کہ منی کو کھرچ کر صاف کر دیتی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ منی پاک تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے کو دھویا نہیں، بلکہ کھرچ کر پاک کیا، کیونکہ ظاہر ہے کہ منی کے کھرچنے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ کپڑے میں باقی رہے گا، لہٰذا کہنا پڑے گا کہ منی پاک ہے ناپاک نہیں ہے، اور رہا آپ کا کھرچنا وہ نظافت کی بناء پر تھا منی کے ناپاک ہونے کی بناء پر نہیں تھا۔

(ج): فریقِ مخالف نے مذکورہ حدیث کا جواب کیا دیا ہے؟

فریقِ مخالف اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ کپڑے دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جن کو پہن کر نماز پڑھی جاتی ہے اور دوسرے وہ جن کو پہن کر آرام کیا جاتا ہے اور آپ نے جو روایت پیش کی ہے وہ ثیابِ نوم سے متعلق ہے، ثیابِ صلوٰۃ سے متعلق نہیں ہے اور اگر ثیابِ نوم میں کوئی نجاست مثلاً پاخانہ، پیشاب، خون وغیرہ لگ جائے تو اس کپڑے میں سونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لہٰذا یہ روایت ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی، یہ روایت ہمارے خلاف اسی وقت ہوتی اگر ہم ناپاک کپڑے میں سونے کو ناجائز قرار دیتے، لہٰذا جب ہم ناپاک کپڑے میں سونے کو ناجائز قرار دیتے ہیں، لہٰذا جب ہم ناپاک کپڑے میں سونے کو مباح قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں تمہاری ذکر کردہ روایات کی موافقت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کہاں لازم آتی ہے، بلکہ ثیابِ صلوٰۃ کے حق میں تمہارا مذکورہ احادیثِ شریفہ کو پیش کرنا ہی مناسب نہیں ہے، کیونکہ وہ احادیث تو ثیابِ نوم سے متعلق ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فریقِ اوّل کی طرف سے پیش کردہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب دے رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کپڑے دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جن کو پہن کر نماز پڑھی جاتی ہے اور دوسرے وہ جن کو پہن کر آرام کیا جاتا ہے، اور آپ نے جو روایت پیش کی ہیں وہ ثیابِ نوم سے متعلق ہیں، ثیابِ صلوٰۃ سے متعلق نہیں ہیں، اور اگر ثیابِ نوم میں کوئی نجاست مثلاً پاخانہ، پیشاب، خون وغیرہ لگ جائے تو اس کپڑے میں سونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لہٰذا یہ راویات ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتیں، یہ روایات ہمارے خلاف تو اس وقت ہوتیں اگر ہم ناپاک کپڑے میں سونے کو ناجائز قرار دیتے، لہٰذا جب ہم ناپاک کپڑے میں سونے کو مباح قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں تمہاری ذکر کردہ روایات کی موافقت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کہاں لازم آتی ہے، بلکہ ثیابِ صلوٰۃ کے حق میں تمہارا مذکورہ احادیث شریفہ کو پیش کرنا ہی مناسب نہیں ہے، کیونکہ وہ احادیث تو ثیابِ نوم سے متعلق ہیں۔

سوال نمبر (۱۷)۔ص ر۴۱

وَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ آخَرُوْنَ، فَقَالُوْا: بَلْ هُوَ نَجِسٌ، وَقَالُوْا: لَاحُجَّةَ لَكُمْ فِي هٰذِهِ الْآثَارِ، لِأَنَّهَا إِنَّمَا جَاءَ تْ فِي ذِكْرِ ثِيَابٍ يَنَامُ فِيهَا وَلَمْ تَأْتِ فِي ثِيَابٍ يُصَلِّي فِيهَا وَقَدْ رَأَيْنَا الثِّيَابَ النَّجِسَةَ بِالْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَالدَّمِ لَابَأْسَ بِالنَّوْمِ فِيهَا وَلَاتَجُوْزُ الصَّلَاةُ فِيهَا، فَقَدْ يَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ الْمَنِيُّ كَذَالِكَ. وَإِنَّمَا يَكُوْنُ هٰذَا الْحَدِيْثُ حُجَّةً عَلَيْنَا لَوْكُنَّا نَقُوْلُ: لَايَصْلُحُ النَّوْمُ فِي الثَّوْبِ النَّجِسِ فَإِذَاكُنَّا نُبِيْحُ ذٰلِكَ وَنُوَافِقُ مَارَوَيْتُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ، وَنَقُوْلُ مِنْ بَعْدُ، لَاتَصْلُحُ الصَّلَاةُ فِي ذٰلِكَ، فَلَمْ نُخَالِفْ شَيْئًا مِمَّا رُوِيَ فِي ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): مذکورہ حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب): تشریح کریں۔

(ج): اختلافِ ائمہ تحریر کریں؛ نیز فریقِ مخالف کی دلیل بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور اس مسئلہ میں دوسر لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور کہا: (منی پاک نہیں) بلکہ وہ نجس ہے، اور کہا کہ ان روایات میں تمہارے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ یہ آثار ان کپڑوں کے بارے میں ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوایا کرتے تھے، نہ کہ ان کپڑوں کے بارے میں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے، اور ہم نے ان کپڑوں کو دیکھا جو پیشاب، پاخانہ اور خون کی وجہ سے ناپاک ہوں کہ ان میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ان میں نماز جائز نہیں ہے، تو ممکن ہے کہ منی بھی اسی طرح ہو، اور یہ حدیث ہمارے خلاف دلیل اس صورت میں ہوتی جب ہم یہ کہتے کہ ناپاک کپڑے میں سونا جائز نہیں ہے، تو جب ہم اس کو (ناپاک کپڑے میں سونے کو) جائز قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو روایت بیان کی ہے ہم اس کی موافقت کرتے ہیں، اور پھر یہ کہتے ہیں کہ اس کپڑے میں نماز جائز نہیں ہے تو (اس کہنے کی وجہ سے) ہم اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ کسی حدیث کی مخالفت کے مرتکب نہیں ہوئے۔

(ب): تشریح:

امام طحاوی رحمہ اللہ فریقِ اوّل کی طرف سے پیش کردہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب دے رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کپڑے دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جن کو پہن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر نماز پڑھی جاتی ہے اور دوسرے وہ جن کو پہن کر آرام کیا جاتا ہے، اور آپ نے جو روایات پیش کی ہیں وہ ثیابِ نوم سے متعلق ہیں، ثیابِ صلاۃ سے متعلق نہیں ہیں، اور اگر ثیابِ نوم میں کوئی نجاست مثلاً پاخانہ، پیشاب، خون وغیرہ لگ جائے تو اس کپڑے میں سونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لہٰذا یہ روایات ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتیں، یہ روایات ہمارے خلاف تو اس وقت ہوتیں اگر ہم ناپاک کپڑے میں سونے کو ناجائز قرار دیتے، لہٰذا جب ہم ناپاک کپڑے میں سونے کو مباح قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں تمہاری ذکر کردہ روایات کی موافقت کرتے ہیں، اور اسی کے ساتھ ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کہاں لازم آتی ہے، بلکہ ثیابِ صلاۃ کے حق میں تمہارا مذکورہ احادیث شریفہ کو پیش کرنا ہی مناسب نہیں ہے؛ کیونکہ وہ احادیث تو ثیابِ نوم سے متعلق ہیں۔

(ج): اختلافِ ائمہ:

منی پاک ہے یا ناپاک؟ اس سلسلے میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منی پاک ہے اور ناک کی رینٹ کے حکم میں ہے، "فذهب قوم" کے مصداق اور فریقِ اوّل یہی حضرات ہیں۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منی ناپاک ہے، البتہ طریقۂ تطہیر میں ان کے درمیان اختلاف ہے، احناف کہتے ہیں کہ اگر منی خشک ہے تو کھرچ دینا کافی ہے، دھونا ضروری نہیں اور اگر تر ہے تو دھونا ضروری ہے، جبکہ مالکیہ کہتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں دھونا ضروری ہے۔ "وخالفهم في ذالک آخرون" کے مصداق اور فریقِ ثانی یہی حضرات ہیں۔

فریقِ مخالف کی دلیل:

فریقِ اوّل (امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی دلیل میں امام طحاوی رحمہ اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت چودہ سندوں کے ساتھ پیش کی ہے، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا عمل بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچ کر صاف کردیا کرتی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ منی پاک ہے؛ کیونکہ ظاہر ہے کہ منی کے کھرچنے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ حصہ کپڑے میں باقی رہیگا، تو اگر منی ناپاک ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف کھرچنے پر اکتفاء نہ کرتیں، بلکہ اچھی طرح دھوتیں، لہٰذا کہنا پڑے گا کہ منی پاک ہے ناپاک نہیں ہے، اور رہا آپ کا کھرچنا تو وہ نظافت کی بناء پر تھا منی کے ناپاک ہونے کی بناء پر نہیں تھا۔

سوال نمبر (۱۸)-ص/۴۵

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَأَبْطَأَ، فَقَالَ: مَاحَبَسَکَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَصَبْتُ مِنْ أَهْلِي فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُکَ اِغْتَسَلْتُ، وَلَمْ اُحْدِثْ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَالْغُسْلُ عَلٰى مَنْ اَنْزَلَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب بیان کریں۔

(ج): اگر کسی نے اپنی بیوی سے صحبت کی اور انزال نہیں ہوا تو کیا غسل واجب ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کو بلوایا تو انہوں نے آنے میں دیر کردی، تو آپ صلی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ وسلم نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے روک دیا تھا؟ تو انہوں نے عرض کیا میں اپنی بیوی کے ساتھ مشغول تھا، جب آپ کا قاصد آیا تو میں نے غسل کیا حالانکہ مجھے کوئی چیز نہیں آئی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پانی کی وجہ سے ہے اور غسل اس شخص پر ہے جس کو انزال ہو جائے۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب:

مذکورہ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ محض التقاءِ ختانین کی صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا، بلکہ غسل واجب ہونے کے لیے انزال ضروری ہے۔

(ج): اگر کسی نے اپنی بیوی سے صحبت کی اور انزال نہیں ہوا تو کیا غسل واجب ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

داؤد ظاہری، امام اعمش، عطاء ابن رباح اور ہشام بن عروہ وغیرہ حضرات کے نزدیک اکسال کی صورت میں غسل واجب نہیں۔

دلیل: مذکورہ حدیث اس کا ماحصل یہی ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں، غسل واجب ہونے کے لیے انزال کا خروج ضروری ہے، لہٰذا آپ پر یہ بات لازم ہے کہ مذکورہ حدیث کو تسلیم کریں کہ محض التقاء ختانین سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

اور ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ اکسال کی صورت میں اگرچہ انزال نہ ہو غسل واجب ہو جائے گا۔

دلیل: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَيْنِ اِغْتَسَلَ.

اس روایت میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ محض التقاءِ ختانین سے غسل واجب ہوتا ہے، لہٰذا آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ محض التقاء ختانین سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۱۹)-ص/۵۱

قَالَ حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ اَبِي سَلْمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّؤُا مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): جو چیز آگ سے پک کر متغیر ہو چکی ہو تو کیا اس کا کھانا ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

(ج): مذکور حدیث کن کی مستدل ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں، نیز فریقِ مخالف کی دلیل بھی تحریر کریں؟

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: بیان کیا حماد بن سلمہ نے انہوں نے محمد بن عمرو سے انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پنیر کے ٹکڑ کی وجہ سے وضو کرو۔

(ب): جو چیز آگ سے.....تو کیا اس کا کھانا ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

جو چیز آگ پر پکائی گئی ہو اس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، ابن المنذر، ابن خزیمہ، ابوقلابہ رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک آگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لہذا نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا واجب ہوگا۔

(۲) حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور جمہور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک ناقضِ وضو نہیں ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اجماع بھی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): مذکورحدیث کن کی مستدل ہے؟

مذکورہ حدیث، اسحاق بن راہویہ، حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، ابن منذر، ابن خزیمہ، ابوقلابہ رحمہم اللہ وغیرہ کی مستدل ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا واجب ہوگا۔

فریقِ مخالف کی دلیل:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

سوال نمبر (۲۰)-ص/۵۶

وَقَدْ فَرَّقَ قَوْمٌ بَيْنَ لُحُوْمِ الْغَنَمِ وَلُحُوْمِ الْإِبِلِ فَأَوْجَبُوْا فِيْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْإِبِلِ الْوُضُوْءَ وَلَمْ يُوْجِبُوْا ذَالِكَ فِيْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْغَنَمِ وَاحْتَجُّوْا فِيْ ذَالِكَ بِحَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوَضَّأُ بِلُحُوْمِ الْإِبِلِ؟ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ؟ قَالَ: لَا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): اونٹ کا گوشت ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): نظرِ طحاوی بیان کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور کچھ لوگوں نے بکریوں اور اونٹوں کے گوشت کے درمیان فرق کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، چنانچہ انہوں نے اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کو واجب کیا ہے اور بکری کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کو واجب نہیں کیا ہے اور اس مسئلے میں استدلال پیش کیا ہے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کیا ہم اونٹ کے گوشت کی وجہ سے وضو کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، عرض کیا گیا کہ کیا بکری کے گوشت کی وجہ سے بھی وضو کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

(ب): اونٹ کا گوشت ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

امام احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت، خواہ پکا ہوا ہو یا کچا ناقضِ وضو ہے۔

دلیل: سوال میں مذکورہ حدیث ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک دیگر جانوروں کی طرح اونٹ کے گوشت کا کھانا بھی ناقضِ وضو نہیں ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کا حکم فرمایا اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ وضو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وضوءِ شرعی نہ ہو، بلکہ وضوءِ لغوی یعنی غسلِ ید مراد ہو، اور اونٹ اور بکری کے درمیان فرق اس وجہ سے کیا ہو کہ اونٹ کے گوشت کے اندر چکنائی زیادہ ہوتی ہے، نیز اس میں ایک خاص قسم کی بُو ہوتی ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ازالے کے لیے ہاتھ منہ دھونے کا حکم فرمایا ہو اور بکری کے گوشت میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوتی، اسی لیے وہاں یہ حکم نہ دیا ہو۔

(ج): نظرِ طحاوی:

نظرِ طحاوی کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مسائل میں اونٹ اور بکری کا حکم یکساں ہے، مثلاً دونوں کی بیع جائز ہے اسی طرح دونوں کا دودھ پینا اور گوشت کھانا بھی جائز ہے، لہٰذا قیاس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا تقاضہ یہ ہے کہ وضو کے سلسلے میں بھی دونوں کا حکم یکساں ہو، تو جس طرح بکری کا گوشت ناقضِ وضو نہیں ہے، اسی طرح اونٹ کا گوشت بھی ناقضِ وضو نہیں ہونا چاہیے۔

سوال نمبر (۲۱)-ص؍۵۷

وَخَالَفَهُمْ فِي ذَالِكَ آخَرُوْنَ، فَقَالُوْا: لَاوُضُوْءَ فِيْهِ، وَاحْتَجُّوْا فِيْ ذَالِكَ عَلٰى اَهْلِي الْمَقَالَةِ الْأُوْلٰى، فَقَالُوْا فِيْ حَدِيْثِكُمْ هٰذَا أَنَّ عُرْوَةَ لَمْ يَرْفَعْ بِحَدِيْثِ بُسْرَةَ رَأْسًا، فَإِنْ كَانَ ذَالِكَ لِأَنَّهَا عِنْدَهٗ فِيْ حَالِ مَنْ لَايُؤْخَذُ ذَالِكَ عَنْهَا، فَفِيْ تَضْعِيْفُ مَنْ هُوَ أَقَلُّ مِنْ عُرْوَةَ لِبُسْرَةَ، مَايَسْقُطُ بِهٖ حَدِيْثُهَا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): ”آخرون“ کا مصداق متعین کر کے ”ذالک“ کا مشارٌ الیہ متعین کریں۔

(ج): عبارت کی خوب اچھی طرح وضاحت کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : اور اس مسئلہ میں دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ مسِّ فرج میں وضو نہیں ہے، اور ان لوگوں نے اس مسئلہ میں پہلے قول والوں کے خلاف یہ دلیل پیش کی اور کہا کہ تمہاری بیان کردہ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف توجہ نہیں کی تو اگر یہ اس وجہ سے تھا کہ حضرت بسرہ رضی اللہ عنہ عروہ کے نزدیک ان عورتوں کے حال میں تھیں جن سے اس قسم کی احادیث نہیں لی جاتیں، تو عروہ سے کم درجہ کے آدمی کے حضرت بسرہ کو ضعیف قرار دینے میں بھی وہ بات ہے کہ جس کی وجہ سے حضرت بسرہ کی حدیث ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): ''آخرون'' کا مصداق متعین:

آخرون کا مصداق امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، حسن بصری اور امام نخعی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

''ذالک'' کا مشارٌ الیہ:

ذالک کا مشارٌ الیہ مسِ ذکر ناقضِ وضو ہے یا نہیں والا مسئلہ ہے۔

(ج): عبارت کی خوب اچھی طرح وضاحت:

مذکورہ عبارت میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے ائمہ ثلاثہ اور امام نخعی وغیرہ حضرات کی دلیل کا جواب دیا ہے کہ آپ کی مذکورہ وایت میں صراحت ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت بسرہ کی حدیث کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، بلکہ خاموش رہے، تو حضرت عروہ کا اس طرح سر جھکا لینا اور خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں، اور قابلِ اعتبار نہ ہونے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت بسرہ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک ایسی مضبوط راویہ نہ ہوں کہ اس طرح کے مسئلے میں ان کی بیان کردہ روایت سے استدلال کیا جائے، اس لیے کہ یہ مسئلہ وضو سے متعلق ہے جس کی ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی ہے تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی حکم دیتے تو یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مشہور ہوتی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد اس کو روایت کرتی، حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ حضرت بسرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے صحابی سے اس طرح کی کوئی بات منقول نہیں ہے، اور رہا یہ سوال کہ اگر یہ بات غلط ہے تو حضرت بسرہ رضی اللہ عنہ اس کو کیوں بیان کررہی ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ صحابیات اگرچہ جھوٹ نہیں بولتیں، لیکن ان سے بھول تو ہوسکتی ہے، تو ہوسکتا ہے کہ یہ بات ان کے ذہن سے نکل گئی ہو، کیونکہ ان کی صحبت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کم ہی رہی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت عروہ کا روایت کی طرف توجہ نہ کرنا ان کے نزدیک روایت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے نا قابلِ اعتبار ہونے کی دلیل ہے، اور حضرت عروہ رحمہ اللہ ائمۃ المسلمین اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں اگر ان سے کم درجہ کا کوئی امام الحدیث بھی اس جیسی روایت کو نا قابلِ اعتبار قرار دیدے تو وہ حدیث ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے، تو حضرت عروہ رحمۃ اللہ کے اس روایت کا اعتبار نہ کرنے کی وجہ سے تو بدرجۂ اولیٰ یہ روایت ساقط الاعتبار ہو جائے گی۔

سوال نمبر (۲۲)۔ص/۶۱

وَإِنْ كَانَ يُؤخَذُ مِنْ طَرِيْقِ النَّظْرِ، فَإِنَّا رَأَيْنَاهُم لَايَخْتَلِفُوْنَ، أَنَّ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ بِظَهْرِ كَفِّهِ أَوْ بِذِرَاعَيْهِ، لَمْ يَجِبْ فِيْ ذَالِكَ وُضُوْءٌ. فَالنَّظْرُ أَنْ يَكُوْنَ مَسُّهُ إِيَّاهُ بِبَطْنِ كَفِّهِ كَذَالِكَ. وَقَدْ رَأَيْنَاهُ لَوْمَسَّهُ بِفَخِذِهِ، لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ بِذَالِكَ وُضُوْءٌ وَالْفَخِذُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ مُمَاسَّتُهُ إِيَّاهُ بِالْعَوْرَةِ لَاتُوْجِبُ عَلَيْهِ وُضُوْءً فَمُمَاسَّتُهُ إِيَّاهُ بِغَيْرِ الْعَوْرَةِ أَحْرىٰ أَنْ لَاتُوْجِبَ عَلَيْهِ وُضُوْءً.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): عبارت کی مکمل تشریح کریں۔

(ج): مسِّ ذکر ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مفصل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور اگر اس باب کو نظر کے طریق سے لیا جائے تو ہم نے دیکھا کہ لوگوں کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر اپنے ذکر کو ہتھیلی کے پچھلے حصے سے، یا کلائیوں سے چھوئے تو ایسی صورت میں وضو واجب نہیں ہوتا، تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ذکر کو ہتھیلی کے اندرونی حصے سے چھونا بھی ایسا ہی ہو اور ہم نے دیکھا کہ اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذکر ران سے لگ جائے تو اس کی وجہ سے آدمی پر وضو واجب نہیں ہوتا، حالانکہ ران ستر ہے، تو جب ذکر کا ستر سے مس کرنا آدمی پر وضو کو واجب نہیں کرتا تو ذکر کا غیر ستر سے مس کرنا بدرجۂ اولیٰ اس پر وضو کو واجب نہیں کرے گا۔

(ب): عبارت کی حل تشریح:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں دو نظر پیش کی ہیں، پہلی نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مسِّ ذکر اگر ظاہر کف یا ذراع سے ہو تو ناقضِ وضو نہیں ہوتا، تو عقل وفہم کا تقاضہ یہ ہے کہ باطنِ کف سے چھونے سے بھی وضوء نہ ٹوٹے۔

دوسری نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ رانیں ستر میں داخل ہیں اور ران سے ذکر کے چھو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، تو کفین جو ستر نہیں ہے، ان کے چھونے سے بدرجۂ اولیٰ وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے۔

(ج): مسِّ ذکر ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تین شرطوں کے ساتھ مسِّ ذکر ناقضِ وضو ہے: (۱) باطنِ کف سے ہو (۲) بغیر حائل کے ہو (۳) لذت کے ساتھ ہو، ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو مسِّ ذکر ناقضِ وضو نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۲۳) - ص/۶۴

وَخَالَفَهُمْ فِي ذَالِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا: بَلْ يَمْسَحُ الْمُقِيْمُ عَلٰى خُفَّيْهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ وَقَالُوْا: أَمَّامَا رَأَيْتُمُوْهُ عَنْ عُمَرَ مِنْ قَوْلِهٖ: أَصَبْتَ السُّنَّةَ فَلَيْسَ فِيْ ذَالِكَ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهٗ عِنْدَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ السُّنَّةَ قَدْتَكُوْنُ مِنْهُ وَقَدْتَكُوْنُ مِنْ خُلَفَائِهٖ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔
(ب): مسح علی الخفین کی کوئی مدت معین ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔
(ج): فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں نے اس سلسلے میں ان کی مخالفت کی اور کہا کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ مقیم اپنے موزوں پر ایک دن ایک رات اور مسافر تین دن تین رات تک مسح کرے گا اور کہا کہ تم نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا قول "أصبت السنّة" روایت کیا ہے اس میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس لیے کہ سنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہوتی ہے اور آپ کے خلفاء کی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

(ب): مسح علی الخفین کی کوئی مدت معین ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

حضرت امام مالک، امام اوزاعی اور لیث بن سعد رحمہم اللہ کے نزدیک مسح علی الخفین کی کوئی مدت متعین نہیں ہے۔ ایک مرتبہ خفین پہننے کے بعد جب تک چاہے مسح کر سکتا ہے۔

دلیل: حضرت ابو عمارہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں خفین پر مسح کر سکتا ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ایک دن؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، انہوں نے پوچھا: دو دن؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، انہوں نے پھر پوچھا: یا رسول اللہ! تین دن؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، یہاں تک کہ سات مرتبہ تک پہنچ گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنے دن چاہو مسح کر سکتے ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک مسح علی الخفین کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات ہے۔

دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اور تین رات مسافر کے لیے اور ایک دن اور ایک رات مقیم کے لیے مدت مقرر کی یعنی مسح علی الخفین کی۔

(ج): فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب:

فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے خلاف اجلّہ صحابہ سے متواتر سندوں سے مرفوع روایات منقول ہیں، جن کے اندر مدتِ مسح مقیم کے لیے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات بیان کی گئی ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ کی روایت ان متواتر روایات کے مقابلے میں قابلِ استدلال نہیں ہوگی۔

سوال نمبر (۲۴)-ص/۶۸

عَنِ الْمُهَاجِرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُوْلُ، أَوْقَالَ مَرَرْتُ بِهٖ وَقَدْ بَالَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ وُضُوْئِهٖ ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى هٰذَا فَقَالُوْا: لَايَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يَذْكُرَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِشَيْءٍ إِلَّا وَهُوَ عَلٰى حَالٍ يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَخَالَفَهُمْ فِيْ ذَالِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا مَنْ سُلِّمَ عَلَيْهِ وَهُوَ عَلٰى حَالِ حَدَثٍ تَيَمَّمَ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): ''قَوْمٌ'' اور ''آخَرُوْنَ'' کا مصداق متعین کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حالتِ جنابت میں تلاوتِ کلام اللہ اور دیگر اذکار مثلاً سلام وغیرہ جائز ہیں یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرما رہے تھے یا فرمایا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر کے فارغ ہوئے تھے، تو میں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا یہاں تک کہ وضو سے فارغ ہوگئے، پھر میرے سلام کا جواب دیا تو کچھ لوگ اس حدیث کی طرف گئے ہیں اور کہا کہ کسی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، مگر جبکہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ جس میں اس کے لیے نماز پڑھنا جائز ہو اور اس سلسلے میں دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ جس شخص کو سلام کیا جائے، جبکہ وہ حدث کی حالت میں ہو تو وہ تیمم کر کے سلام کا جواب دے دے۔

(ب): ''قَوْمٌ'' کا مصداق:

قوم کا مصداق حضرت حسن بصری، مجاہد، عطاء اور عکرمہ رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

''آخَرُوْنَ'' کا مصداق:

آخرون کا مصداق امام احمد اور اہلِ حدیث وغیرہ حضرات ہیں۔

(ج): حالتِ جنابت میں تلاوتِ کلام اللہ اور دیگر اذکار مثلاً سلام وغیرہ....:

حضرت حسن بصری، مجاہد، عطاء اور عکرمہ وغیرہ کے نزدیک بحالتِ حدث چاہے حدثِ اصغر ہو یا حدثِ اکبر نہ تلاوتِ کلام اللہ جائز ہے اور نہ دیگر اذکار۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: عبارت میں مذکورہ حدیث ہے۔

امام حمید اور اہلِ حدیث وغیرہ کے نزدیک حالتِ جنابت میں تلاوتِ کلام اللہ اور دیگر اذکار جائز نہیں ہیں، البتہ سلام کا جواب دینے کے لیے پانی موجود ہونے کی صورت میں اس کے لیے تیمّم کرنا جائز ہے۔

دلیل: حضرت ابن عمر کی وہ روایت ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرمارہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب نہیں دیا یہاں تک کہ آپ دیوار کے پاس گئے اور تیمّم کیا۔

ائمہ اربعہ ار جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک حالتِ جنابت میں تلاوتِ کلام اللہ کے علاوہ تمام اذکار جائز ہیں اور حدثِ اصغر کی حالت میں تلاوتِ کلام اللہ بھی جائز ہے۔

دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کے علاوہ ہر حال میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔

سوال نمبر (۲۵)-ص ر۷۱

فَأَرَدْنَا أَنْ يَنْظُرَ أَيُّ هٰذِهِ الْآثَارِ تَأَخَّرَ؟ فَنَجْعَلَهُ نَاسِخًا لِمَا تَقَدَّمَ فَنَظَرْنَا فِيْ ذَالِکَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ الْفَغْوَاءِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاأَهْرَاقَ الْمَاءَ إِنَّمَا نُكَلِّمُهُ لَايُكَلِّمُنَا وَنُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَلَايَرُدُّ عَلَيْنَا حَتّٰى نَزَلَتْ: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَاقُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): عبارت کی مکمل تشریح کریں۔

(ج): حالتِ جنابت میں تلاوتِ کلام اللہ اور دوسرے اذکار مثلاً سلام وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: تو ہم نے ارادہ کیا کہ غور کریں کہ ان روایات میں سے کون سی روایت مؤخر ہیں تا کہ ان کو پہلی روایات کے لیے ناسخ پائیں؛ چنانچہ ہم نے اس سلسلے میں غور کیا تو (ہم کو یہ روایت ملی) حضرت علقمہ بن العفوا، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ سے بات کرتے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بات نہ کرتے، اور ہم آپ کو سلام کرتے؛ لیکن آپ ہم کو جواب نہ دیتے، یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ"۔

(ب): عبارت کی تشریح:

مذکورہ عبارت میں امام طحاوی رحمہ اللہ ائمہ اربعہ، جمہور فقہاء و محدثین کی جانب سے فریقِ اوّل اور فریقِ ثانی کے دلائل کا جواب دے رہے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ باب کے شروع میں جو روایات آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بدونِ طہارت ذکر اللہ جائز نہیں ہے اور حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بدونِ طہارت ذکر اللہ جائز ہے۔ تو روایات میں تعارض ہو گیا، لہٰذا ہم نے غور کیا تو غور کرنے سے معلوم ہوا کہ باب کے شروع میں جو روایات آئی ہیں وہ منسوخ ہیں اور نسخ کی دلیل حضرت علقمہ بن الفغواء کی یہ مذکورہ روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد کسی سے سلام و کلام نہیں فرماتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ" نازل فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معمول کو ترک کر دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حالتِ جنابت میں تلاوتِ کلام اللہ اور دوسرے اذکار مثلاً سلام وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

مسئولہ اختلافِ ائمہ ودلائل گزشتہ سوال ۲۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر (۲۶)-ص/۴۳/ ے

قَالُوْا وَإِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَهُمَا لِأَنَّ بَوْلَ الْغُلَامِ يَكُوْنُ فِيْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ لِضِيْقِ مَخْرَجِهِ وَبَوْلُ الْجَارِيَةِ يَتَفَرَّقُ، لِسَعَةِ مَخْرَجِهِ فَأَمَرَ فِيْ بَوْلِ الْغُلَامِ بِالنَّضْحِ يُرِيْدُ صَبَّ الْمَاءِ فِيْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ، وَأَرَادَ بِغَسْلِ بَوْلِ الْجَارِيَةِ أَنْ يُتْبَعَ بِالْمَاءِ لِأَنَّهُ يَقَعُ فِيْ مَوَاضِعَ مُتَفَرِّقَةٍ وَهٰذَا مُحْتَمَلٌ لِمَاذَكَرْنَاهُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): عبارت کی تشفی بخش تشریح کریں۔

(ج): دودھ پیتا بچہ اور بچی جنہوں نے ابھی تک کھانا شروع نہ کیا ہو ان کے پیشاب کا کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

(د): نظرِ طحاوی سپردِ قرطاس کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے پیشاب میں فرق اس وجہ سے کیا کہ لڑکے کا پیشاب مخرج تنگ ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ میں رہتا ہے اور لڑکی کا پیشاب مخرج کے کشادہ ہونے کی وجہ سے پھیل جاتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کے پیشاب میں نضح کا حکم دیا اور مراد یہ تھی کہ ایک جگہ پر پانی ڈال دیا جائے، اور لڑکی کے پیشاب کو دھونے سے مراد یہ تھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ پانی کے ذریعہ پیشاب کا تتبع کیا جائے، اس وجہ سے کہ لڑکی کا پیشاب مختلف جگہوں پر گرتا ہے، اور یہ تفصیل ان احادیث کی محتمل ہے جن کو ہم نے بیان کیا۔

(ب): عبارت کی تشریح:

مذکورہ عبارت سے امام طحاوی رحمہ اللہ نے ایک سوالِ مقدر کا جواب دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب بولِ غلام اور بولِ جاریہ دونوں ناپاک ہیں اور دونوں کے لیے دھونے کا حکم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے لیے الگ الگ الفاظ کیوں استعمال فرمائے ہیں؟

جواب:

یہ ہے کہ بولِ غلام اور بولِ جاریہ کے درمیان فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ بچے کا پیشاب مخرج کے تنگ ہونے کی بنا پر ایک جگہ پر کرتا ہے پھیلتا نہیں ہے، لہٰذا صرف اس جگہ پر پانی بہا دینا کافی ہوگا، اور بچی کا پیشاب مخرج کے نسبتاً کشادہ ہونے کی وجہ سے ایک جگہ نہیں گرتا، بلکہ پھیل جاتا ہے، اس لیے ایک جگہ پر پانی بہا دینا کافی نہیں ہوگا، بلکہ تتبع اور اہتمام کے ساتھ دھونا ضروری ہوگا، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے لیے الگ الگ الفاظ استعمال فرمائے۔

(ج): دودھ پیتا بچہ اور بچی جنھوں نے ابھی تک کھانا شروع نہ کیا ہو ان کے پیشاب کا کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ:

امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، امام زہری اور ایک قول امام شافعی رحمہم اللہ کا یہ ہے کہ بچے کے پیشاب پر صرف چھینٹیں مارنے سے طہارت حاصل ہو جائے گی، البتہ بچی کے پیشاب پر چھینٹیں مارنا کافی نہیں ہے، بلکہ اس کو پورے اہتمام کے ساتھ دھویا جائے گا۔

امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ کے غیر مشہور قول کے مطابق اور امام اوزاعی کے نزدیک بچے اور بچی دونوں کے پیشاب پر چھینٹیں مارنا کافی ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابوحنیفہ، ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بچے اور بچی دونوں کے پیشاب سے طہارت حاصل کرنے کے لیے غسل ضروری ہے، چھینٹیں مارنا کافی نہیں۔

(د): نظرِ طحاوی:

نظر طحاوی کا خلاصہ یہ ہے کہ بچہ اور بچی جب کھانا کھانے لگیں تو ان کے پیشاب کا حکم یکساں ہوتا ہے یعنی ان کا پیشاب ناپاک ہوتا ہے اور غسل ضروری ہوتا ہے، تو نظر اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے کے زمانے میں بھی دونوں کا حکم برابر ہو اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قبل اکل الطعام بچی کا پیشاب ناپاک ہے، لہٰذا بچہ کا پیشاب بھی ناپاک ہونا چاہیے، تاکہ دونوں کا حکم یکساں ہو جائے۔

سوال نمبر (۲۷)-ص/۷۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ وَأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَاجَ إِلٰى مَاءٍ يَتَوَضَّأُ بِهٖ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ إِلَّا النَّبِيْذُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ، مَاءٌ طَهُوْرٌ، فَتَوَضَّأَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): نبیذ کی تینوں قسموں کو لکھ کر بتائیں کہ کس قسم میں کس کا اختلاف ہے؟

(ج): کم سے کم دو نظرِ طحاوی بیان کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لیلۃ الجن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کے لیے پانی کی ضرورت پیش آئی، حالانکہ ان کے پاس صرف نبیذ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نبیذ کے متعلق فرمایا کہ یہ) پاک کھجور اور پاک پانی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کیا۔

(ب): نبیذ کی تینوں قسمیں اور اختلاف:

(۱) وہ نبیذ جس میں مٹھاس اور نشہ پیدا نہ ہوا ہو اور اس کی رقت باقی ہو، اس قسم کی نبیذ سے بالاتفاق وضو کرنا جائز ہے۔

(۲) وہ نبیذ جس میں مٹھاس اور نشہ پیدا ہو گیا ہو اور اس کی رقت بھی باقی نہ رہی ہو، اس قسم کی نبیذ سے بالاتفاق وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) وہ نبیذ جس میں مٹھاس تو پیدا ہو گئی ہو البتہ اس میں نشہ نہ آیا ہو اور اس کی رقت بھی باقی ہو، اسی قسم کی نبیذ سے طہارت حاصل کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ، سعید بن مسیّب اور امام اوزاعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر سفر میں کسی کے پاس نبیذ تمر کے علاوہ پانی موجود نہ ہو تو اس کے لیے نبیذِ تمر سے وضو کرنا جائز ہے اور اس کے لیے تیمّم کرنا جائز نہ ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ، امام ابو یوسف، اسحاق بن راہویہ اور خود امام طحاوی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی نبیذ سے کسی بھی صورت میں وضو کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کیا جائے گا۔

(ج): دو نظر طحاوی:

پہلی نظر: امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ نبیذِ تمر کے علاوہ جو نبیذیں ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے بالاتفاق وضو کرنا جائز نہیں، تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ نبیذِ تمر سے بھی وضو کرنا جائز نہ ہو، بلکہ اس کی جگہ تیمّم ضروری ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسری نظر: امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ پانی موجود ہونے کی صورت میں نبیذِ تمر سے وضو جائز نہیں ہے، اس لیے کہ نبیذِ تمر پانی کے حکم میں داخل نہیں ہے، تو جب وجودِ ماء کی صورت میں نبیذِ تمر پانی کے حکم سے خارج ہے تو عدمِ وجودِ ماء کی صورت میں بھی وہ پانی کے حکم سے خارج ہوگی اور اس سے وضو کرنا درست نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۲۸)۔ص ۶/ ۷

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي فِي سَفَرٍ وَنَزَلْنَا مِنْ مِيَاهِ الْأَعْرَابِ، فَبَالَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى نَعْلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ أَتَفْعَلُ هٰذَا. فَقَالَ مَاأَزِيْدُكَ عَلَى مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ.

قَالَ أَبُوجَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى الْمَسْحِ عَلَى النَّعْلَيْنِ كَمَايُمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): "قوم" کا مصداق متعین کر کے اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): نظرِ طحاوی بیان کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : حضرت اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ سفر میں تھا اور ہم نے دیہات کے چشموں میں سے ایک چشمے پر پڑاؤ ڈال دیا، میرے والد نے وضو کیا اور اپنے نعلین پر مسح کیا، تو میں نے پوچھا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں اس سے زائد کچھ نہیں بتاؤں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابو جعفر نے فرمایا: تو کچھ لوگ نعلین پر مسح کرنے کی طرف گئے جس طرح کہ خفین پر مسح کیا جاتا ہے۔

(ب): "قوم" کا مصداق اور اختلافِ ائمہ:

ابن حزم ظاہری، خزیمہ بن عوس اور بعض اہلِ ظواہر وغیرہ فرماتے ہیں کہ نعلین پر مسح کرنا جائز ہے۔ "قوم" کا مصداق یہی حضرات ہیں۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدثین فرماتے ہیں کہ نعلین پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

(ج): نظرِ طحاوی:

نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر موزہ تین انگشت کے بقدر یا اس سے زائد پھٹا ہوا ہو تو اس پر بالاتفاق مسح کرنا جائز نہیں ہے، تو جب تین انگشت کے بقدر کھلا رہنے کی صورت میں مسح جائز نہیں ہے، تو نعلین میں تو پیروں کا اکثر حصہ کھلا ہوا رہتا ہے تو یہاں مسح کرنا کیسے درست ہوگا؟

سوال نمبر (۲۹)-ص ر ۷۷

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِنْتِ جَحْشٍ كَانَتْ اسْتُحِيضَتْ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغُسْلِ لِكُلِّ صَلَاةٍ فَإِنْ كَانَتْ لِتَغْتَمِسُ فِي الْمِرْكَنِ، وَهُوَ مَمْلُوْءٌ مَاءً ثُمَّ تَخْرُجُ مِنْهُ وَإِنَّ الدَّمَ لَغَالِبَتُهُ ثُمَّ تُصَلِّي.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): استحاضہ اور مستحاضہ کی تعریف کرکے بتائیں کہ مستحاضہ کے ذمہ سے استحاضہ کے زمانے میں نماز و روزہ ساقط ہوتا ہے یا نہیں؟

(ج): مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے غسل کرے گی یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اُمّ حبیبہ بنت جحش کے متعلق مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مستحاضہ ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا، پس وہ پانی سے بھرے ہوئے ٹب میں داخل ہو جاتیں اور اس سے اس حال میں باہر نکل کر آتیں کہ خون پانی پر غالب آ چکا ہوتا، پھر نماز ادا کرتی تھیں۔

(ب): استحاضہ اور مستحاضہ کی تعریف، مستحاضہ کے ذمہ سے استحاضہ کے زمانے میں نماز وروزہ ساقط ہوتا ہے یا نہیں؟

استحاضہ اس خون کو کہا جاتا ہے جو عورت کو ایامِ حیض کے علاوہ کسی بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔

مستحاضہ اس عورت کو کہتے ہیں جسے استحاضہ کا خون آتا ہو۔

مستحاضہ کے ذمے سے استحاضہ کے زمانے میں نہ نماز ساقط ہوتی ہے اور نہ ہی روزہ۔

(ج): مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے غسل کرے گی یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

شیعہ کا ایک فرقہ امامیہ، اصحابِ ظواہر، عکرمہ، سعید بن جبیر، قتادہ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے غسل کرے گی۔

دلیل: سوال میں مذکورہ حدیث ہے۔

ابراہیم نخعی، عبداللہ بن شداد اور منصور بن معتمر وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ مستحاضہ عورت جمع بین الصلاتین بغسلٍ واحدٍ کرے گی یعنی ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کر کے دونوں کو ادا کرنے کے لیے ایک غسل کرے گی اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کر کے دونوں کے لیے ایک غسل کرے گی اور فجر کے لیے علیحدہ ایک غسل کرے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ استحاضہ میں مبتلا ہیں (تو نماز، کس طرح ادا کریں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے حیض کے ایام میں بیٹھی رہیں (نماز نہ پڑھیں) پھر غسل کریں اور ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کریں اور غسل کر کے نماز پڑھ لیں اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کریں اور غسل کر کے نماز پڑھ لیں اور فجر کے لیے الگ غسل کریں۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک مستحاضہ عورت ایامِ حیض گزر جانے کے بعد حیض سے پاکی کے لیے ایک غسل کرے گی، پھر اس کے بعد ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔

دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں یہ ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ میں ایک یا دو مہینے تک حیض میں مبتلا رہتی ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے، بلکہ تمہاری رگ کا خون ہے، تو جب ایامِ حیض آئیں تو نماز کو ترک کر دو اور جب ایامِ حیض گزر جائیں تو طہارت کا غسل کرو، پھر ہر نماز کے لیے وضو کرو۔

سوال نمبر (۳۰) - ص ۸۲/

ثُمَّ اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ قَالُوْا إِنَّهَا تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَزُفَرَ، وَأَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى. وَقَالَ آخَرُوْنَ: بَلْ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَلَايَعْرِفُوْنَ ذِكْرَ الْوَقْتِ فِيْ ذَالِكَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذکورہ عبارت سے امام طحاوی کیا کہنا چاہتے ہیں واضح کریں۔

(ج): مستحاضہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ مفصل لکھیں اور اس کا حکم بھی بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : پھر ان لگوں میں اختلاف ہو گیا جنہوں نے کہا تھا کہ مستحاضہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گی، تو بعض نے کہا کہ ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کرے گی، اور یہ امام ابوحنیفہ، امام زفر، امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گی، اور یہ لوگ اس مسئلہ میں وقت کے ذکر کا اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

(ب): مذکورہ عبارت سے امام طحاوی کیا کہنا چاہتے ہیں؟

مذکورہ عبارت سے امام طحاوی رحمہ اللہ احناف وشوافع کے درمیان اختلاف کو بیان کر رہے ہیں، اختلاف اس بات میں ہے کہ مستحاضہ پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا ضروری ہے یا ہر نماز کے وقت کے لیے؟ علماءِ احناف کہتے ہیں کہ مستحاضہ عورت پر ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کرنا ضروری ہے او وہ اس وضو سے جتنے چاہیں فرائض اور نوافل ادا کر سکتی ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ ہر نماز کے لیے وضو کرنا لازم ہے نہ کہ ہر نماز کے وقت کے لیے۔ یہ حضرات حدیث "تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ" کے ظاہر الفاظ سے استدلال کرتے ہیں۔

(ج): مستحاضہ کی قسمیں اور حکم:

(۱) معتادہ مستمرۃ الدم:

یعنی وہ مستحاضہ جس کو مسلسل خون آتا ہو اور اس کے ایامِ حیض بھی معلوم ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ایامِ حیض میں نماز کو ترک کر دے، پھر انقطاعِ حیض پر غسل کرے اور اس کے بعد ہر نماز کے لیے وضو کرے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) مستمرۃ الدم مجہولۃ الایام:

یعنی وہ مستحاضہ جس کو مسلسل خون آتا ہو اور اس کے ایام حیض معلوم نہ ہوں، اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے؛ کیونکہ ہر وقت اس کو یہ احتمال رہے گا کہ وہ یا تو حائضہ ہے یا حیض سے پاک ہے یا مستحاضہ ہے، لہٰذا اس کو احتیاطاً ہر نماز کے لیے غسل کا حکم دیا گیا۔

(۳) متحیرہ غیر مستمرۃ الدم:

یعنی وہ مستحاضہ جس کے ایامِ حیض معلوم نہ ہوں اور اس کو مسلسل خون نہ آتا ہو، بلکہ کبھی جاری ہوتا ہو اور کبھی منقطع ہو جاتا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جس وقت خون بند ہو جائے اسی وقت غسل کرے اور اس غسل سے دوبارہ خون جاری ہونے تک جتنی نمازیں پڑھ سکے پڑھ لے۔

سوال نمبر (۳۱)-ص ۸۳/

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ نَاسٌ مِنْ عُرَيْنَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا، فَقَالَ لَوْ خَرَجْتُمْ إِلٰى ذَوْدٍ لَنَا، فَشَرِبْتُمْ مِنْ أَلْبَانِهَا قَالَ: وَذَكَرَ قَتَادَةُ أَنَّهُ قَدْ حَفِظَ عَنْهُ أَبْوَالُهَا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): ماکول اللحم جانور کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ واضح کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلۂ عرینہ کے کچھ لوگ رسول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آئے تو وہ پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہمارے اونٹوں کے پاس جاؤ اور ان کا دودھ پیو۔ راوی کہتے ہیں: اور قتادہ نے یہ بھی ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت انس سے "وابوالھا" کا لفظ بھی یاد کیا تھا۔

(ب): ماکول اللحم جانور کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ اختلافِ ائمہ:

حضرت امام مالک، امام محمد، امام احمد بن حنبل اور امام زفر رحمہم اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب پاک ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام شافعی اور ابن حزم ظاہری وغیرہ فرماتے ہیں کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب ناپاک ہے۔

(ج): مذکورہ حدیث کا جواب:

مذکورہ حدیث جن لوگوں کے خلاف ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کو جو پیشاب پینے کا حکم دیا ہے وہ حکم عام حالت میں نہیں تھا، بلکہ وقتِ ضرورت کے لیے تھا اور ضرورت کے وقت بہت سی حرام چیزیں بھی حلال ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ضرورت کے وقت مردار کھانے اور ریشمی کپڑے پہننے کی بھی اجازت دی گئی ہے، تو اسی طرح پیشاب کے استعمال کا حکم بھی ضرورت کے وقت کے لیے ہے، عام حالات کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

سوال نمبر (۳۴)-ص/۸۴

فَثَبَتَ بِذَالِکَ أَنَّ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ إِنَّهُ دَوَاءٌ وَلَيْسَ بِشِفَاءٍ إِنَّمَاهُوَ لِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَشْفُوْنَ بِهَا، لِأَنَّهُمَا خَمْرٌ فَذَالِکَ حَرَامٌ وَكَذَالِکَ مَعْنٰى قَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ عِنْدَنَا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِنَّمَاهُوَ لَمَّا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ بِالْخَمْرِ لِإِعْظَامِهِمْ إِيَّاهَا وَلِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَعُدُّوْنَهَا شِفَاءً فِيْ نَفْسِهَا فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ فَهٰذِهٖ وُجُوْهُ هٰذِهِ الْآثَارِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): عبارت کی تشفی بخش تشریح کریں۔

(ج): ماکول اللحم جانور کے پیشاب کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شراب کے بارے میں یہ فرمان کہ وہ باعثِ مرض ہے باعثِ شفاء نہیں ہے، یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ لوگ اس کے شراب ہونے کی وجہ سے ہی اس سے شفاء طلب کرتے تھے، اور یہ حرام ہے اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول کہ ”اللہ عزوجل نے حرام چیزوں میں تمہارے لیے شفاء نہیں رکھی“۔ ہمارے نزدیک اس بناء پر تھا کہ وہ لوگ شراب کو عظمت والی چیز سمجھ کر استعمال کرتے تھے، اور اس وجہ سے کہ وہ شراب کو فی نفسہٖ شفاء کا ذریعہ مانتے تھے، اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود نے ان سے یہ فرمایا کہ اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی تو یہ ان آثار کے معانی ہے۔

(ب): عبارت کی تشفی بخش تشریح:

اس عبارت سے امام طحاوی رحمہ اللہ ایک سوالِ مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے جواب میں جو یہ بات کہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلۂ عرینہ کو پیشاب پینے کا حکم بغرض علاج تھا یہ بات ماقبل میں ذکر کردہ حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات (نمبر ۶۴۳-۶۴۴) کے خلاف ہے، اس لیے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان روایات میں صراحتاً یہ بات ہے کہ حرام چیزوں میں شفاء نہیں ہوتی، لہٰذا آپ کی بات ان احادیث کے خلاف ہوئی۔ اس کا جواب امام طحاوی نے یہ دیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کے درمیان شراب کی بڑی اہمیت تھی اور اس کو فی نفسہٖ باعثِ شفا سمجھا جاتا تھا، اسلام کے آنے کے بعد اور شراب کی حرمت نازل ہونے کے بعد بھی اس کی کچھ نہ کچھ عظمت و اہمیت لوگوں کے دلوں میں باقی تھی اس لیے آپ نے اس کی اہمیت کو پورے طور پر دلوں سے نکالنے کے لیے اور اس سے نفرت پیدا کرنے کے لیے یہ بات فرمائی تھی کہ شراب باعثِ شفاء نہیں بلکہ باعثِ مرض ہے۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول "إن اللّٰه لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم" کا مقصد بھی اس اعتقاد کو ختم کرنا تھا کہ شراب فی نفسہٖ باعثِ شفاء ہے۔

(ج): ماکول اللحم جانور کے پیشاب کے سلسلے میں اختلاف:

مسئولہ اختلاف گزشتہ سوال ۲۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر (۳۳)-ص/۸۴

عَنْ عَمَّارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَمَسَّحْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتُّرَابِ، فَمَسَحْنَا وُجُوْهَنَا وَأَيْدِيَنَا إِلَى الْمَنَاكِبِ.

قَالَ أَبُوْجَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى هٰذَا فَقَالُوْا هٰكَذَا التَّيَمُّمُ، ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ، وَضَرْبَةٌ لِلذِّرَاعَيْنِ إِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْآبَاطِ، وَخَالَفَهُمْ فِي ذَالِکَ آخَرُوْنَ فَافْتَرَقُوْا مِرْفَقَيْنِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): "قوم" اور "آخرون" کا مصداق متعین کریں۔

(ج): صفتِ تیمّم کے اندر اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مٹی پر ہاتھ مارا پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کیا کندھوں تک امام ابو جعفر نے فرمایا تو کچھ لوگ اس روایت کی طرف گئے اور کہا کہ تیمّم کا یہی طریقہ ہے کہ مٹی پر ہاتھ مارا جائے گا ایک مرتبہ چہرے کے لیے اور ایک مرتبہ دونوں ہاتھوں کے لیے کندھوں اور بغلوں تک اور دوسرے لوگوں نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی پھر ان میں بھی دو جماعتیں ہو گئیں۔

(ب): ''قوم'' اور ''آخرون'' کا مصداق:

قوم کا مصداق امام زہری، محمد ابن سلمہ وغیرہ ہیں۔

آخرون کا مصداق امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، امام اوزاعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ ار جمہور فقہاء رحمہم اللہ ہیں۔

(ج): صفتِ تیمّم کے اندر اختلافِ ائمہ:

امام زہری، محمد بن سلمہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ تیمّم میں ہاتھوں کا وظیفہ بغلوں اور مونڈھوں تک ہے۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔

امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، امام اوزاعی، داؤد ظاہری اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھوں کا وظیفہ گٹوں تک ہے۔

دلیل: حضرت ابوالجہم کی وہ روایت ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیر جمل کی جانب سے تشریف لائے، تو آپ کو ایک شخص ملا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے پاس آئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر اس کو سلام کا جواب دیا۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ تیمّم میں ہاتھوں کا وظیفہ کہنیوں تک ہے۔

دلیل: حضرت اسلع تمیمی کی روایت ہے جس میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اسلع اُٹھو اور کوچ کرو، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے پیچھے مجھ کو جنابت لاحق ہوگئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ جبرئیل علیہ اسلام آیتِ تیمّم لے کر آئے، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے اسلع اُٹھو اور پاک مٹی سے تیمّم کرو، دو ضربوں کے ساتھ، ایک ضربہ چہرہ کے لیے اور ایک ذراعین کے ظاہر و باطن کے لیے، پھر جب ہم پانی پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسلع اُٹھو اور غسل کرو۔

سوال نمبر (۳۴)-ص/۸۷

ثُمَّ اخْتُلِفَ فِي الذِّرَاعَيْنِ، هَلْ يُمَمَّمَانِ أَمْ لَا؟ فَرَأَيْنَا الْوَجْهَ يُيَمَّمُ بِالصَّعِيْدِ، كَمَا يُغْسَلُ بِالْمَاءِ وَرَأَيْنَا الرَّأْسَ وَالرِّجْلَيْنِ لَايُيَمَّمُ مِنْهُمَا شَيْءٌ فَكَانَ مَاسَقَطَ التَّيَمُّمُ عَنْ بَعْضِهِ سَقَطَ عَنْ كُلِّهِ، وَكَانَ مَاوَجَبَ فِيْهِ التَّيَمُّمُ كَانَ كَالْوُضُوْءِ سَوَاءً، لِأَنَّهُ جُعِلَ بَدَلًا مِنْهُ، فَلَمَّا ثَبَتَ أَنَّ بَعْضَ مَايُغْسَلُ مِنَ الْيَدَيْنِ فِي حَالِ وُجُوْدِ الْمَاءِ تَيَمَّمَ فِي حَالِ عَدَمِ الْمَاءِ ثَبَتَ بِذَالِكَ أَنَّ التَّيَمُّمَ فِي الْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، قِيَاسًا وَنَظَرًا عَلَى مَابَيَّنَّا مِنْ ذَالِكَ وَهٰذَا قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): عبارت کی تشفی بخش تشریح کریں۔

(ج): نظر طحاوی بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : پھر ذراعین کے بارے میں اختلاف ہوگیا کہ ان کا تیمّم کیا جائے یا نہیں؟ تو ہم نے دیکھا کہ چہرے کا مٹی سے اس طرح تیمّم کیا جاتا ہے جس طرح اس کو پانی سے دھویا جاتا ہے، اور ہم نے دیکھا کہ رأس اور رجلین میں سے کسی کا تیمّم نہیں کیا جاتا، لہٰذا جن اعضاء کے بعض سے تیمّم ساقط ہوتا ہے ان اعضاء کے کل سے بھی تیمّم ساقط ہوجاتا ہے، اور جن اعضاء میں تیمّم واجب ہے تو وہ بالکل وضو کے مانند ہے، اس وجہ سے کہ تیمّم کو وضو کا ہی بدل بنایا گیا ہے، تو جب ثابت ہوگیا کہ ہاتھوں کے جس حصے کو پانی موجود ہونے کی صورت میں دھویا جاتا ہے اسی حصہ پر پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کیا جائے گا، تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ ہاتھوں کا تیمّم کہنیوں تک ہے، قیاس وہ نظر کے اعتبار سے جیسا کہ ہم نے واضح کردیا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے۔

(ب): تشریح:

ماقبل میں یہ بات آچکی ہے کہ فریقِ ثانی کے اندر دو جماعتیں ہیں ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ تیمّم میں یدین کا وظیفہ رُسغین تک ہے، جبکہ دوسری جماعت یدین کا وظیفہ مرفقین تک لازم قرار دیتی ہے۔ پہلی جماعت کی دلیل حضرت ابوجہم والی روایت ہے جس میں کفین کے مسح کا ذکر ہے اور دوسری جماعت کی دو دلیلیں امام طحاوی نے یہاں پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل عقلی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اعضاءِ وضو سے تیمّم کو ساقط کردیا گیا ہے ان میں پورے عضو سے ساقط کیا گیا ہے، ایسا نہیں ہے، کہ بعض حصہ پر مسح کا حکم دیا گیا ہو اور بعض حصے سے ساقط کیا گیا ہو جیسا کہ راس اور رجلین ہے کہ ان کے کل سے تیمّم کو ساقط کردیا گیا ہے، اور جن اعضاء میں تیمّم کا حکم ہے ان کے کل پر تیمّم کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حکم ہے جیسے چہرہ، لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ہاتھوں کے جتنے حصے کا۔ جو دِماء کی صورت میں غسل کیا جاتا ہے، عدمِ وجودِ ماء کی صورت میں اتنے ہی حصے یعنی کہنیوں تک تیمّم لازم ہوگا۔

(ج): نظرِ طحاوی:

نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ تیمّم جو کہ وضو کا قائم مقام ہے اس کے اندر تخفیف مقصود ہے، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے تیمّم میں اعضاءِ وضو میں سے بعض کو ساقط کر دیا ہے جیسا کہ رأس اور رجلین ہے، لہٰذا جن اعضاء پر تیمّم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ان میں تیمّم کا وظیفہ اعضاءِ وضو کے وظیفے سے تجاوز نہیں کرے گا، اور جب رأس اور رجلین جو اعضاءِ وضو میں سے ہیں تیمّم میں ان کو ساقط کر دیا گیا تو جو حصہ اعضاءِ وضو میں نہیں ہے، اس پر بدرجۂ اولیٰ تیمّم نہیں کیا جائے گا، لہٰذا تیمّم میں ہاتھوں کا وظیفہ صرف کہنیوں تک ہوگا، اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔

سوال نمبر (۳۵)۔ص ر۸۷

عَنْ طَاؤُوْسٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ذَكَرُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاغْسِلُوْا رُؤُوْسَكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا جُنُبًا وَأَصِيْبُوْا مِنَ الطِّيْبِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَأَمَّا الطِّيْبُ فَلَاأَعْلَمُهُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا سنت؟ اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): مذکورہ حدیث جن کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت طاؤوس سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس سے عرض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا: لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: جمعہ کے دن غسل کیا کرو اور اپنے سروں کو دھویا کرو اگر چہ تم حالتِ جنابت میں نہ ہو، اور خوشبو لگایا کرو، تو ابن عباس نے فرمایا: ہاں غسل کا مسئلہ تو ایسا ہی ہے اور رہا خوشبو لگانا تو اس کے بارے میں مجھے علم نہیں۔

(ب): جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا سنت؟ اختلافِ ائمہ:

اصحابِ ظواہر، حسن بصری، سفیان ثوری اور عطاء ابن رباح وغیرہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے پہلے غسل کرنا واجب ہے۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء ومحدثین فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

(ج): مذکورہ حدیث جن کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حدیث کے اندر جو غسل کا حکم دیا گیا ہے وہ واجب لعینہ نہیں، بلکہ واجب لغیر ہٖ ہے یعنی کچھ وجوہات کی بنا پر اس غسل کا حکم دیا گیا تھا اور اب وہ وجوہات مرتفع ہو چکی ہیں لہٰذا اب وجوب کا حکم باقی نہیں رہا، جیسا کہ ابن عباس کی روایت میں مذکور ہے کہ ان سے جمعہ کے غسل کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ واجب نہیں ہے، البتہ جو غسل کرے گا اس کو ثواب ملے گا اور جو نہیں کرے گا اس پر کوئی الزام نہیں، پھر ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غسل کے وجوب کی یہ وجہ بتلائی کہ صحابہ کرام محنت کش تھے اور موٹے اونی کپڑے پہنچے تھے، جس کی وجہ سے ان کو پسینہ زیادہ آتا تھا، تو جب وہ حضرات مسجد میں آتے تو مسجد کی چھت نیچی ہونے کی بنا پر ناگوار بُو مسجد میں پھیل جاتی تھی، اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا تھا، پھر بعد میں یہ صورت حال باقی نہیں رہی، لہٰذا غسل کے وجوب کا حکم بھی ختم ہو گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۳۶)-ص/۸۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْأَقْبَلَ رَجُلٌ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اَلْآنَ تَوَضَّأْتَ. فَقَالَ مَانِمْتُ حِيْنَ سَمِعْتُ الْاَذَانَ عَلٰى أَنْ تَوَضَّأْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَلَمَّا دَخَلَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ذَكَّرْتُهُ فَقُلْتُ يَاأَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمَاسَمِعْتَ مَاقَالَ؟ قَالَ: وَمَاقَالَ؟ قُلْتُ: قَالَ: مَازِدْتُ عَلٰى أَنْ تَوَضَّأْتُ حِيْنَ سَمِعْتُ النِّدَاءَ ثُمَّ أَقْبَلْتُ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْعَلِمَ أَنَّا أُمِرْنَا بِغَيْرِ ذَالِكَ قُلْتُ مَاهُوَ؟ قَالَ: الْغُسْلُ: قُلْتُ أَيُّهَا الْمُهَاجِرُوْنَ الْأَوَّنَ أَمِ النَّاسُ جَمِيْعًا، قَالَ لَاأَدْرِيْ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): غسلِ یومِ جمعہ کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، کہ اسی دوران ایک شخص آیا اور مسجد میں داخل ہوا، تو حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ اب آپ نے وضو کیا؟ تو اس شخص نے کہا میں نے زائد نہیں کیا، جب میں نے جمعہ کی اذان سنی اس پر کہ میں وضو کیا پھر میں آ گیا، اس کے بعد امیر المؤمنین اندر تشریف لے گئے تو میں نے ان کو یاد دلاتے ہوئے کہا کہ امیر المؤمنین کیا آپ نے سنا کہ کیا کہا اس نے؟ حضرت عمر نے فرمایا کیا کہا؟ تو میں نے کہا: اس نے کہا تھا کہ میں نے زائد نہیں کیا، اس پر کہ میں نے صرف وضو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا، جب میں نے اذان سنی پھر میں آ گیا، تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ان کو معلوم ہے کہ ہم کو اس کے علاوہ کا حکم دیا گیا ہے، میں نے کہا: کیا ہے وہ؟ تو حضرت عمر نے فرمایا کہ وہ غسل ہے تو میں نے پوچھا کہ صرف آپ مہاجرین اوّلین کو یا تمام لوگوں کو؟ تو حضرت عمر نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم۔

(ب): مطلب:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کی اس حدیث سے کئی طریقوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غسلِ جمعہ واجب نہیں ہے:

(۱) حضرت عثمان غنی جلیل القدر صحابی ہیں، انہوں نے صرف وضو پر اکتفاء کیا غسل نہیں کیا، حالانکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ امر کا علم بھی تھا، جیسا کہ حضرت عمر نے فرمایا: ”قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْغُسْلِ“. اس کے باوجود ان کا غسل نہ کرنا اِس بات کی دلیل ہے کہ غسلِ جمعہ ان کے نزدیک واجب نہیں تھا۔

(۲) حضرت عمر نے یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ حضرت عثمان نے صرف وضو پر اکتفاء کیا ہے، ان کو واپس جا کر غسل کرنے کا حکم نہیں دیا، اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسلِ جمعہ حضرت عمر کے نزدیک واجب نہیں تھا۔

(ج): غسلِ یوم جمعہ کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ:

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدثین فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

دلیل: سوال میں مذکور حدیث ہے۔

اصحابِ ظواہر، حسن بصری، سفیان ثوری اور عطاء ابن رباح وغیرہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

دلیل: حضرت طاؤوس کی وہ روایت ہے جو گزشتہ سوال میں گزر چکا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۳۷)-ص/۹۲

عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ نُهِينَا أَنْ نَكْتَفِي بَأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى أَنَّ الْإِسْتِجْمَارَ لَايُجْزِءُ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَاحْتَجُّوا فِي ذَالِكَ بِمَاذَكَرْنَا مِنْ هٰذِهِ الْآثَارِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): استنجاء بالاحجار میں ڈھیلوں کی کوئی مقدار واجب ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ بیان کریں۔

(ج): مذکور حدیث جن کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ ہم تین پتھروں سے کم پر اکتفاء کریں تو کچھ لوگ اس اثر کی طرف گئے ہیں کہ استنجاء تین پتھروں سے کم سے جائز نہیں ہے اور انہوں نے ان مذکورہ آثار سے استدلال کیا ہے۔

(ب): استنجاء بالاحجار میں ڈھیلوں کی کوئی مقدار واجب ہے یا نہیں؟

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابن حزم ظاہری اور سعید ابن مسیّب وغیرہ فرماتے ہیں استنجاء بالاحجار میں تثلیث یعنی تین ڈھیلوں کا استعال کرنا واجب ہے، اگر چہ تین ڈھیلوں سے کم ہی سے انقاء یعنی صفائی حاصل ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور داؤد ظاہری وغیرہ فرماتے ہیں کہ تثلیث واجب نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): مذکورحدیث جن کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

مذکورہ حدیث جن کے خلاف ہے وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جو روایات تم نے استدلال میں پیش کی ہیں، وہ سب کی سب محتمل ہیں ان میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ وتر کا لفظ بطورِ استحباب ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ بطورِ وجوب ہو یعنی اس سے کم عدد سے طہارت حاصل نہ ہو، لہٰذا آپ کا بغیر وجہ ترجیح کے جانبِ وجوب کو راجح قرار دینا درست نہیں، بلکہ کسی ایک جانب کو راجح قرار دینے کے لیے وجہِ ترجیح تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال نمبر (۳۸)-ص/۹۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى الْغَائِطَ فَقَالَ إِئْتِنِيْ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَالْتَمَسْتُ فَلَمْ أَجِدْ إِلَّا حَجَرَيْنِ وَرَوْثَةً فَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ، وَقَالَ إِنَّهَا رِكْسٌ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): استنجاء بالاحجار میں ڈھیلوں کی مقدار کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی کا خلاصہ پیش کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاءِ حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے تین پتھر لا کر دو، چنانچہ میں نے تلاش کیا مگر مجھے صرف دو پتھر اور ایک لید ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لید کو پھینک دیا اور دونوں پتھروں کو لے لیا اور فرمایا کہ یہ نجس ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): استنجاء بالاحجار میں ڈھیلوں کی مقدار کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ:

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور داؤد ظاہری وغیرہ فرماتے ہیں کہ تثلیث واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

دلیل: سوال میں مذکورہ حدیث ہے۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابن حزم ظاہری اور سعید ابن مسیّب وغیرہ فرماتے ہیں استنجاء بالاحجار میں تثلیث یعنی تین ڈھیلوں کا استعمال کرنا واجب ہے، اگرچہ تین ڈھیلوں سے کم ہی سے انقاء حاصل ہو جائے۔

دلیل: حضرت ابوہریرہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ڈھیلے سے استنجاء کرے اس کو چاہیے کہ طاق عدد استعمال کرے۔

(ج): نظر طحاوی کا خلاصہ:

نظر طحاوی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے استنجاء بالماء کو دیکھا کہ اس میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ انقاء یعنی ازالۂ نجاست ضروری ہے کوئی عدد متعین نہیں، چنانچہ اگر ایک مرتبہ دھونے سے ہی ازالۂ نجاست حاصل ہو جائے تو ایک مرتبہ دھونا ہی کافی ہوگا اسی پر قیاس کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ جس طرح استنجاء بالماء میں عدد متعین نہیں ہے، اسی طرح استنجاء بالاحجار میں بھی عدد متعین نہیں ہونا چاہیے، بلکہ جتنی تعداد سے انقاء حاصل ہو جائے اتنی تعداد کا استعمال ضروری ہوگا۔

سوال نمبر (۳۹)۔ص/۹۴

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نُهِينَا أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِعَظْمٍ أَوْ رَجِيعٍ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهٰى أَنْ يَسْتَطِيْبَ أَحَدٌ بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ جِلْدٍ قَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى أَنَّهُ يُسْتَنْجىٰ بِالْعِظَامِ، وَجَعَلُوا الْمُسْتَنْجِيَ بِهَا فِيْ حُكْمِ مَنْ لَمْ يَسْتَنْجِ وَاحْتَجُّوْا فِيْ ذَالِكَ بِهٰذِهِ الْآثَارِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): ''قوم'' کا مصداق متعین کر کے اختلافِ ائمہ بیان کریں۔

(ج): مذکورہ احادیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ ہم کو اس بات سے منع کیا گیا تھا کہ ہم ہڈی یا لید سے استنجاء کریں۔ اور عبداللہ بن عبدالرحمن روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی ایک سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص ہڈی یا لید یا کھال کے ٹکڑے سے پاکی حاصل کرے۔ امام ابوجعفر نے فرمایا تو کچھ لوگ اس طرف گئے ہیں کہ ہڈی سے استنجا نہیں کیا جائے گا اور انہوں نے ہڈی سے استنجاء کرنے والوں کو استنجاء نہ کرنے والوں کے حکم میں قرار دیا ہے، اور انہوں نے اس سلسلے میں ان مذکورہ آثار سے استدلال کیا ہے۔

(ب): استنجاء بالاحجار میں ڈھیلوں کی مقدار کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ:

قوم کا مصداق امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک وغیرہ ہیں۔

(۱) امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہڈی اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گوبر سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اس سے استنجاء کیا تو اس کو استنجاء نہ کرنے والا شمار کیا جائے گا، اگر چہ صفائی حاصل ہو گئی ہو۔

(۲) امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک فرماتے ہیں کہ ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کسی نے ان سے استنجاء کرلیا اور صفائی حاصل ہو گئی تو اس سے استنجاء کا فریضہ ساقط ہو جائے گا۔

(ج): نظر طحاوی کا خلاصہ:

مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے، وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء بالعظام سے جو منع فرمایا تھا، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہڈی سے استنجاء کرنے سے طہارت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ہڈیاں جنات کی خوراک ہیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈیوں سے استنجاء کر کے ان کو آلودہ کرنے سے منع فرمایا۔

سوال نمبر (۴۰)۔ ص/۹۵

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْنِبُ ثُمَّ يَنَامُ وَلَايَمَسُّ مَاءً حَتّٰى يَقُوْمَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَغْتَسِلُ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى هٰذَا، وَمِمَّنْ ذَهَبَ إِلَيْهِ أَبُوْيُوْسُفَ، فَقَالُوْا: لَانَرىٰ بَأْسًا أَنْ يَنَامَ الْجُنُبُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَوَضَّأَ لِأَنَّ التَّوَضُّؤَ لَايُخْرِجُهُ مِنْ حَالِ الْجَنَابَةِ إِلٰى حَالِ الطَّهَارَةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): جنبی شخص حالتِ جنابت میں وضو کر کے سو سکتا ہے یا نہیں؟ مذاہبِ ائمہ بیان کریں۔

(ج): مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: ابو اسحاق روایت کرتے ہیں اسود بن یزید سے وہ حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہو جائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تھے درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہوتا پھر اس کے بعد بیدار ہو کر غسل کرتے تھے، تو کچھ لوگ اسی کی طرف گئے ہیں، اور اس طرف جانے والوں میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ بھی ہیں یہ لوگ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ جنبی بغیر وضو کیے سو جائے، اس لیے کہ وضو اس کو حالتِ جنابت سے حالتِ طہارت کی طرف منتقل نہیں کرے گا۔

(ب): جنبی شخص حالتِ جنابت میں وضو کر کے سو سکتا ہے یا نہیں؟

امام ابو یوسف، سعید ابن مسیّب اور سفیان ثوری وغیرہ فرماتے ہیں کہ جنبی شخص وضو کر کے نہیں سوئے گا، کیونکہ اس وضو سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۲) ائمہ اربعہ، امام محمد، امام اوزاعی اور جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ جنبی کے لیے وضو کر کے سونا مستحب ہے۔

(۳) اصحابِ ظواہر اور ابن حبیب مالکی وغیرہ فرماتے ہیں کہ جنبی کے لیے وضو کر کے سونا واجب ہے۔

(ج): مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

مذکورہ حدیث جن کے لاف ہے وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کی پیش کردہ روایت کا مدار ابو اسحاق سبیعی پر ہے اور درحقیقت یہ ایک طویل روایت ہے، جس کو ابو اسحاق نے مختصر کر کے بیان کیا ہے اور اس اختصار میں ان سے خطا واقع ہو گئی اصل روایت کے اخیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں "وإن كان جنبا توضأ وضوء الرجل للصلاة" کے الفاظ موجود ہیں، جو واضح طور پر ہمارے مذہب کی دلیل ہیں اور ابو اسحاق سے خطا اس طور پر ہوئی کہ انہوں نے "وإن نام جنبا" کو "قبل أن يمس الماء" کے ساتھ موڑ دیا اور مختصر حدیث میں "إنه كان ينام وهو جنب ولا يمس الماء" کے الفاظ ذکر کردیے، حالانکہ "ثم ينام قبل أن يمس ماء" سے حضرت عائشہ کی مراد یہ بیان کرنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ جنابت میں بغیر غسل کے سوجایا کرتے تھے، البتہ وضو فرمایا کرتے تھے جیسا کہ روایت کے آخری الفاظ سے معلوم ہورہا ہے، لہٰذا آپ کا اس مختصر حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

سوال نمبر (۴۱)-ص/۹۶

وَقَدْيَحْتَمِلُ أَيْضًا أنْ يَكُوْنَ مَاأَرَادَهُ أَبُوْإِسْحَاقَ فِيْ قَوْلِهٖ وَلَايَمَسُّ مَاءً يَعْنِي الْغُسْلَ، فَإِنَّ أَبَاحَنِيْفَةَ قَدْرُوِىَ عَنْهُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا: عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَامِعُ ثُمَّ يَعُوْدَ وَلَايَتَوَضَّأُ وَيَنَامُ وَلَايَغْتَسِلُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): عبارت کی مکمل وضاحت کریں۔

(ج): جنبی شخص حالتِ جنابت میں وضو کرکے سوسکتا ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابو اسحاق نے اپنے قول "ولا يمس ماء" میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جو مراد لیا وہ غسل ہوا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں کچھ مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں ابواسحاق ہمدانی سے وہ اسود بن یزید سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحبت کرتے تھے پھر بغیر وضو کیے ہوئے لوٹ کر آتے تھے (دوبارہ جماع کرتے تھے) اور بغیر غسل کے ہوئے سو جاتے تھے۔

(ب): عبارت کی وضاحت:

ماقبل میں بیان کردہ تفصیل سے یہ بات پورے طور پر ثابت ہوگئی کہ ابواسحاق سے اختصار میں خطا واقع ہوئی ہے اور رہا یہ سوال کہ مذکورہ روایت میں "لایمس ماء" کے جو الفاظ ہیں ان سے کیا مراد ہے؟ تو اس کے بارے میں امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ ماء سے مراد ماءِ غسل ہو اور اس کی تائید حضرت امام ابوحنیفہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو انہوں نے ابواسحاق سے نقل کیا ہے، جس کے اندر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماع کے بعد بغیر وضو کیے دوبارہ جماع فرما لیتے تھے پھر بغیر غسل کیے سو جاتے تھے، تو اس کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جماع کے بعد سونے سے پہلے غسل کرنے کی نفی کی گئی ہے، وضو کا کوئی ذکر نہیں ہے، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ "لایمس ماء" سے مراد بھی غسل نہ کرنا ہے، اور اس سے وضو نہ کرنا ثابت نہیں ہوتا۔

(ج): جنبی شخص حالتِ جنابت میں وضو کر کے سو سکتا ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

امام ابو یوسف، سعید ابن مسیّب اور سفیان ثوری وغیرہ فرماتے ہیں کہ جنبی شخص وضو کر کے نہیں سوئے گا، کیونکہ اس وضوء سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے، جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ جنابت میں سو جاتے تھے، درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو ہاتھ تک نہ لگایا ہوتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) ائمہ اربعہ، امام محمد، امام اوزاعی اور جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ جنبی کے لیے وضو کر کے سونا مستحب ہے۔

(۳) اصحابِ ظواہر اور ابن حبیب مالکی وغیرہ فرماتے ہیں کہ جنبی کے لیے وضو کر کے سونا واجب ہے۔

دونوں مذاہب کی دلیل: حضرت ابوسعید خدری کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی بیوی کے ساتھ مبتلا ہو جاتا ہوں پھر میں سونا چاہتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کر کے سو جایا کرو۔ دوسری جماعت والے اس حدیث کو استحباب پر محمول کرتے ہیں اور تیسری جماعت والے وجوب پر۔

سوال نمبر (۴۴)- ص/ ۹۷

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَاأَرَادَ أَنْ يَـأْكُـلَ وَهُـوَ جُـنُـبٌ تَـوَضَّـأَ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى هٰذَا، فَقَالُوْا: لَايَـنْبَغِي لِلْجُنُبِ أَنْ يَطْعَمَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ، وَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ آخَرُوْنَ، فَقَالُوْا لَابَأْسَ أَنْ يَطْعَمَ وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): قوم اور آخرون کا مصداق متعین کر کے عبارت کی تشریح کریں۔

(ج): جنبی کے لیے کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وسلم جب حالتِ جنابت میں کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے تو کچھ لوگ اسی کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے کہا کہ جنبی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ کچھ کھائے جب تک وہ وضو نہ کرلے، اور اس مسئلہ میں دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ جنبی کے لیے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس نے وضو نہ کیا ہو۔

(ب): قوم اور آخرون کا مصداق اور عبارت کی تشریح:

''قوم'' کا مصداق داؤد ظاہری وغیرہ ہیں اور ''آخرون'' کا مصداق ائمہ اربعہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام اوزاعی اور ابن شہاب زہری وغیرہ ہیں۔

تشریح: جو لوگ جنبی کے لیے کھانے پینے سے پہلے وضو کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی دلیل مذکورہ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حالتِ جنابت میں کھانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے وضو کیا کرتے تھے، امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسرے لوگوں نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جنبی کے لیے کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اور ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ وضو کرنا مستحب ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ نہ مستحب ہے اور نہ واجب ہے۔

(ج): جنبی کے لیے کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

اختلافِ ائمہ:

ابن حبیب مالکی اور داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک جنبی کے لیے کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔

دلیل: حضرت عائشہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حالتِ جنابت میں کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام اوزاعی اور سفیان ثوری وغیرہ کے نزدیک جنبی کے لیے کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۳) امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد اور ابن شہاب زہری وغیرہ کے نزدیک جنبی شخص کے لیے کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا نہ واجب ہے اور نہ مستحب۔

دونوں مذاہب کی دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حالتِ جنابت میں کچھ کھانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو دھوتے تھے۔

سوال نمبر (۴۳)-ص / ۹۷

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَاأَتٰى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): جب کوئی شخص جماع کرے پھر کچھ توقف کے بعد دوبارہ جماع کرنا چاہے تو آیا اس پر وضو واجب ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل لکھیے۔

(ج): مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے پھر دوبارہ آنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): جب کوئی شخص جماع کرے پھر کچھ توقف کے بعد دوبارہ جماع کرنا چاہے تو آیا اس پر وضو واجب ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ کے مذاہب:

داؤد ظاہری، ابن حبیب مالکی، عطاء بن رباح، حسن بصری، ابن سیرین اور عکرمہ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص جماع کرے پھر کچھ توقف کے بعد دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اس پر وضو کرنا واجب ہے۔

دلیل: سوال میں مذکور حدیث ہے۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص جماع کرے، پھر کچھ توقف کے بعد دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اس پر وضو کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔

دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماع فرماتے تھے، پھر لوٹ کر آتے تھے بغیر وضو کیے ہوئے۔

(ج): مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

مذکورہ حدیث جن حضرات کے خلاف ہے وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں جو وضو کا حکم دیا گیا ہے وہ اس زمانے میں تھا جب آیتِ وضو نازل نہیں ہوئی تھی اور بغیر وضو کے ذکر اللہ کی ممانعت تھی، اور جماع کے وقت دعا پڑھنا مسنون ہے، اس وجہ سے وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا، لیکن آیتِ وضو کے نزول کے بعد جب بغیر وضو کے ذکر اللہ کی اجازت دیدی گئی تو وضو کا حکم منسوخ ہوگیا، لہٰذا آپ کا اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

سوال نمبر (۴۴)- ص/۹۸

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهٖ فَكَانَ يَغْتَسِلُ كُلَّمَا جَامَعَ وَاحِدَةً مِنْهُنَّ، وَذَكَرَ فِي ذَالِكَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ عَلٰى نِسَائِهِ فِي يَوْمٍ فَجَعَلَ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهِ وَعِنْدَ هٰذِهِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْجَعَلْتَهُ غُسْلًا وَاحِدًا فَقَالَ: هٰذَا أَزْكٰى وَأَطْهَرُ وَأَطْيَبُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذکورہ عبارت کے اندر ایک اشکال ذکر کیا گیا ہے آپ پہلے اس اشکال کو واضح کریں پھر امام طحاوی نے جو جواب دیے ہیں ان کو تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری باری اپنی ازواج کے پاس جاتے تھے، اور جب بھی ان میں سے کسی کے ساتھ جماع کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کیا کرتے تھے، اور وہ اس سلسلے میں یہ حدیث پیش کرتے: ابورافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک ہی دن میں باری باری اپنی ازواج کے پاس جاتے تو ہر ایک کے پاس غسل کرتے تھے تو عرض کیا گیا: یا رسول! آپ ایک ہی غسل کر لیتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ زیادہ طہارت، پاکیزگی اور نظافت کا ذریعہ ہے۔

(ب): مذکورہ عبارت کے اندر یک اشکال اور اس کے جوابات:

اشکال یہ ہے کہ حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں جب متعدد ازواج سے جماع فرماتے و ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ غسل کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر سب کے لیے ایک ہی غسل کر لیتے تو کیا حرج تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاب دیا کہ علیحدہ علیحدہ غسل کرنے میں زیادہ پاکیزگی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور نظافت ہے، تو اس حدیث کے اندر ہر ایک بیوی کے لیے علیحدہ علیحدہ غسل کرنا ثابت ہے، تو ایک بیوی سے متعدد مرتبہ جماع کرنے میں اگر ہر مرتبہ غسل واجب نہ ہو تو کم از کم وضو تو واجب ہونا ہی چاہیے۔

پہلا جواب: اس اشکال کے امام طحاوی نے دو جواب دیے ہیں۔ پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هذا أزكى وأطهر وأطيب" ان الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل برائے نظافت تھا، بطور وجوب نہیں تھا۔

دوسرا جواب: یہ دیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواجِ مطہرات سے جماع فرما کر ایک غسل کیا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جماع سے پہلے وضو یا غسل واجب نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب المناسک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال نمبر (۱)۔ص ۳۸۴/۲

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَقَالَ لَاتُسَافِرِ امْرَأَۃٌ إِلَّاوَمَعَھَا ذُوْمَحْرَمٍ وَلَایَدْخُلُ عَلَیْھَا رَجُلٌ إِلَّاوَمَعَھَا ذُوْمَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنِّي قَدْاُکْتِبْتُ فِيْ غَزْوَۃِ کَذَا وَکَذَا وَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ أَحُجَّ بِإِمْرَأَتِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أُحْجُجْ مَعَ إِمْرَأَتِکَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): عبارت کی تشریح کریں۔

(ج): کیا عورت کے لیے بلا محرم شرعی یا بغیر شوہر کے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ کے دوران اشاد فرمایا کہ کوئی عورت اپنے محرم شرعی کے بغیر سفر نہ کرے اور کسی عورت کے پاس اس کے محرم شرعی کی عدمِ موجودگی میں کوئی اجنبی مرد نہ جائے اور اس کے گھر میں داخل نہ ہو اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ فلاں غزوہ کے لیے مجھے متعین کیا گیا ہے تو کیا میں اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جا سکتا ہوں یا غزوہ کے انتظام میں مشغول رہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ حج کو لے جا سکتے ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): عبارت کی تشریح:

مذکورہ عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسئلے بیان فرمائے ہیں: (۱) محرم شرعی کے بغیر عورت کسی قسم کے سفر میں نہیں جا سکتی (۲) جب عورت کے پاس اس کا محرم شرعی موجود نہ ہو تو کسی اجنبی مرد کا اس کے پاس جانا جائز نہیں (۳) اپنے شوہر کے ساتھ عورت کا سفر میں جانا جائز ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً ممانعت فرمائی ہے کہ عورت بلا محرم سفر میں نہ جائے اس میں کوئی قید نہیں ہے۔

(ج): کیا عورت کے لیے بغیر شرعی محرم کے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

پہلا مذہب: امام عامر شعبی، طاؤس بن کیسان اور اہل ظواہر کے نزدیک عورت کے لیے بلا محرم شرعی یا بلا شوہر سفر کرنا مطلقاً جائز نہیں، چاہے سفر طویل ہو یا بعید ہو یا قلیل چاہے سفر حج کا ہو یا کسی اور غرض کا سفر ہو ہر حال میں جائز نہیں ہے۔

دلیل: ان المرأة لاتسافر سفراً قريباً او بعيداً الامع ذی محرم.

دوسرا مذہب: امام عطاء بن رباح اور بعض اصحابِ ظواہر کے نزدیک اگر ایک برید سے کم کا سفر ہے تو بلا محرم یا بلا زوج کے سفر کرنا عورت کے لیے جائز ہے۔

دلیل: فقالوا كل سفر هو دون البريد فلها ان تسافر بلامحرم و كل سفر يكون بريداً فصاعداً فليس لها ان تسافر الابمحرمٍ.

تیسرا مذہب: حضرت امام شافعی، امام مالک، امام اوزاعی اور امام محمد بن سیرین رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک ایک دن ایک رات سے کم کی مسافت کے سفر کے لیے محرم شرعی یا شوہر کی ضرورت نہیں، بلکہ بلا محرم شرعی وشوہر کے سفر کر سکتی ہے اور اس سے زیادہ کا سفر جائز نہیں ہے۔

دلیل: فقالوا إذا كان سفر هو دون اليوم فلها ان تسافر بلامحرم و كل سفر يكون يومًا فصاعداً فليس لها ان تسافر الالمحرم.

چوتھا مذہب: حضرت امام حسن، قتادہ بن دعامہ رحمہما اللہ وغیرہ کے نزدیک دو دن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دورات سے کم کی مسافت کے سفر کے لیے محرم یا معیت شرط نہیں ہے، اس سے زیادہ مسافت کا سفر بلا محرم یا بلا زوج جائز نہیں۔

دلیل: فقالوا کل سفر هو دون الليلتين فلها ان تسافرهُ بغير محرم و كل سفر يكون ليلتين فصاعداً فليس لها ان تسافره بغير محرم.

پانچواں مذہب: حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی اور سلیمان بن مہران الاعمش رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک تین دن تین رات سے کم کی مسافت کا سفر بلا محرم شرعی یا بلا زوج کرسکتی ہے اس سے زیادہ کی مسافت کا سفر بلا محرم شرعی یا بلا زوج کی معیت کے جائز نہیں ہے اور نہ ہی بلا محرم یا بلا زوج کے عورت پر ایسی صورت میں حج فرض ہوگا۔

دلیل: فقالوا كل سفر يكون ثلثة ايامٍ فصاعداً فليس لها ان تسافر الامع محرم و كل سفر يكون دون ذالک فلها ان تسافر بغير محرم.

چھٹا مذہب: امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب از ہری اور حکم بن عتیبہ ابوسلیمان زوجانی رحمہم اللہ کے نزدیک بلا محرم یا بلا زوج سفر کرنا عورت کے لیے مطلقاً لاباس بہ کے درجہ میں ہے، اور امام شافعی، امام مالک اور امام اوزاعی رحمہم اللہ وغیرہ کا قول ثانی یہی ہے کہ علی الاطلاق بلا محرم شرعی کے عورت کا سفر کرنا جائز ہے۔

دلیل: قال قوم لابأس بان تسافر المرأة بغير محرمٍ.

سوال نمبر (۲)۔ص ر ۳۸۷

قَالَ أَبُوْجَعْفَرٍ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى أَنَّ أَهْلَ الْعِرَاقِ لَاوَقْتَ لَهُمْ فِي الْإِحْرَامِ كَوَقْتِ سَائِرِ الْبُلْدَانِ وَاحْتَجُّوْا فِيْ ذٰلِكَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالُوْا: كَذٰلِكَ سَائِرُ الْأَحَادِيْثِ الْأُخَرُ الْمَرْوِيَّةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِكْرِ مَوَاقِيْتِ الْاِحْرَامِ لَيْسَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ مِنْهَا لِلْعِرَاقِ ذِكْرٌ ثُمَّ ذَكَرُوْا فِيْ ذٰلِكَ مَا..

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذکورہ عبارت کی تشریح کریں۔

(ج): کیا اہلِ عراق والوں کے لیے میقات متعین ہے کہ نہیں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں؟ نیز بتائیں کہ تعدادِ میقات کتنی ہیں؟

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: ابوجعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ اہلِ عراق والوں کے لیے کوئی میقات مقرر نہیں ہے۔ احرام باندھنے میں جیسا کہ تمام شہر والوں کے لیے میقات مقرر ہیں اور انہوں نے دلیل میں اس روایت کو پیش کیا۔ اسی طرح دیگر احادیث جن میں مواقیت کا تذکرہ ہے ان میں عراق کا کہیں تذکرہ نہیں پایا جاتا۔ پھر ذیل کی روایات ذکر کیں۔۔

(ب): مذکورہ عبارت کی تشریح:

مذکورہ عبارت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اہلِ عراق کے لیے کوئی میقات مقرر نہیں ہے، یہ لوگ جس میقات سے ہو کر گزریں گے وہی ان کا میقات ہوگا۔

(ج): کیا اہلِ عراق والوں کیلئے میقات متعین ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مع دلائل:

امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام طاؤس بن کیسان، امام محمد بن سیرین، جابر بن زید رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک اہلِ عراق کے لیے کوئی میقات منصوص نہیں ہے، اور ان کے لیے افضل یہ ہے کہ یہ حضرات وادی عقیق سے احرام باندھ لیا کریں۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔ اس حدیث میں اہلِ عراق کے لیے کسی میقات کا کوئی ذکر نہیں کیا گا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فریقِ ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک اہلِ عراق کے لیے کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میقات متعین ہے اور ان کا میقات ذاتِ عراق ہے۔

دلیل: فقالوا بل ميقات اهل العراق ذات عرق وقت ذلك لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم كماوقت سائر المواقيت لأهلها.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے بُلدان کے لیے میقات مقرر فرمایا اسی طرح عراق کے لیے بھی میقات مقرر فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا: "و لأهل العراق ذات عرق" (الحدیث)

تعدادِ میقات:

احادیث شریف میں چھ مواقیت کا ذکر آتا ہے۔

(۱) ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ اور اس طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(۲) جحفہ: یہ اہلِ شام، مصر، الجزائر، سوڈان اور برّ اعظم افریقہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے، یہ میقات مکہ مکرمہ سے تقریباً پانچ یا چھ منزل کے فاصلے پر ہے۔

(۳) جبل قرن: یہ اہلِ نجد اور خلیجی مما لک اور اس طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(۴) جبل یلملم: یہ اہلِ یمن اور اس طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے، بحری راستہ کے لحاظ سے مسقط، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما، سنگاپور، تھائیلنڈ، جاپان، ملیشیا، انڈونیشیا وغیرہ سب کے لیے جبل یلملم میقات ہوگا، یہ مقام مکہ مکرمہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

(۵) ذاتِ عرق: یہ اہلِ عراق، ایران، خراسان، ازبکستان، ترکمانستان، کزاکستان، چین، منگولیا، روس سے بحری اور خشکی کے راستہ سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(۶) اہلِ مدین کے لیے وادیٔ عقیق میقات ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۳)۔ص/۳۸۸

فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى هٰذَا فَاسْتَحَبُّوا الْإِحْرَامَ مِنَ الْبَيْدَاءِ لِإِحْرَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا: قَدْيَجُوْزُ أَنْ يَّكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْرَمَ مِنْهَا لَالِأَنَّهُ قَصَدَ أَنْ يَّكُوْنَ إِحْرَامُهُ مِنْهَا خَاصَّةً لِفَضْلٍ فِي الْإِحْرَامِ مِنْهَا عَلَى الْإِحْرَامِ مِمَّا سِوَاهَا وَقَدْ رَأَيْنَاهُ فَعَلَ أَشْيَاءَ فِي حَجَّتِهٖ فِي مَوَاضِعَ لَالِفَضْلٍ قَصَدَهٗ فِي تِلْكَ الْمَوَاضِعِ مِمَّا يَفْضُلُ بِهٖ غَيْرُهَا مِنْ سَائِرِ الْمَوَاضِعِ مِنْ ذٰلِكَ نُزُوْلُهٗ بِالْمُحَصَّبِ مِنْ مِنًى فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ لِأَنَّهٗ سُنَّةٌ وَلٰكِنَّهٗ لِمَعْنًى آخَرَ فَقَدِاخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْهِ مَاهُوَ؟ فَرُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي ذٰلِكَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ یا جبلِ بیداء کس مقام پر احرام باندھنا افضل ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں؛ نیز فریقِ اوّل کی حدیث کا جواب تحریر کریں۔

(ج): مذکورہ عبارت کس باب کے تحت ہے؟ نیز یہ بھی لکھیں کہ حج کی فرضیت کس سن میں ہوئی؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: پس ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ (اہلِ مدینہ کے لیے) افضل یہی ہے کہ وہ مقامِ بیداء سے احرام باندھیں، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر احرام باندھا ہے مگر دیگر علماء نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا: کہ یہ عین ممکن ہے، کہ آپ نے احرام اس نیت سے نہ باندھا ہوگا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وہاں سے احرام باندھنا دوسرے مقامات سے زیادہ افضل ہے۔ہم جانتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں بعض مقامات پر بعض اُمورانجام دیے مگران کا مقصد یہ نہ تھا کہ وہ مقامات دوسرے مقامات سے افضل ہیں ان میں ایک منیٰ کی وادی محصب میں اُترنا بھی ہے،لوگوں نے اس کی حقیقت کے متعلق مختلف کلام کیا۔

(ب): اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ یا جبلِ بیداء کس مقام پر احرام باندھنا افضل ہے؟ اختلافِ ائمہ:

اس بارے میں اختلاف یہ ہے کہ اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کے کس مقام سے احرام باندھنا افضل ہے اس سلسلے میں پانچ مذاہب ذکر کیے گئے ہیں:

فریقِ اوّل: حضرت امام اوزاعی، عطاء ابن ابی رباح، قتادہ بن دعامہ رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک اہلِ مدینہ کے لیے افضل یہی ہے کہ مقامِ ذوالحلیفہ میں جبل بیداء کے اوپر جاکر احرام باندھ لیا جائے۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔

فریقِ ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک مقام ذوالحلیفہ میں صلوٰۃ احرام سے سلام پھیرتے ہی احرام باندھنا افضل ہے، جبل بیداء پر جاکر احرام باندھنے کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے، اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول ہے۔

دلیل: فلما اختلفوا في ذالک اردنا ان ننظر من این جاء اختلافهم.

فریقِ ثالث: حضرت محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری، عبدالملک بن جریج، عبداللہ بن وہب رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک مسجد ذوالحلیفہ سے متصل جو شجر ہے اس کے پاس احرام باندھنا زیادہ افضل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: وان یکون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرم من البیداء وقالوا ماااحرم الامن عند المسجد.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں مسجد کے پاس احرام باندھا ہے، جو شجرۂ ذوالحلیفہ سے بالکل متصل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جو تم لوگ کہتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل بیداء پر چڑھ کر احرام باندھا ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک جھوٹی بات کی نسبت ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس ہی احرام باندھا ہے۔

فقالوا: قدیجو ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم احرم منھا لانہ قصد ان یکون احرامہ منھا خاصۃ لفضل فی الاحرم منھا علی الاحرام مماسواھا.

یعنی جواب کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر بالفرض جبل بیداء پر تشریف لے جا کر احرام باندھا بھی ہے تو وہ اس لیے نہیں کہ وہاں پر جا کر احرام باندھنا خاص فضیلت رکھتا ہے، جو فضیلت دوسرے مقامات میں باندھنے سے حاصل نہیں ہوسکتی، بلکہ اس میں کوئی دوسری مصلحت رہی ہوگی، مثلاً اونچائی پر جا کر احرام باندھنے سے تمام صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کو اچھی طرح دیکھ سکتے تھے، اس لیے وہاں جا کر باندھا ہوگا جیسا کہ منیٰ سے طواف زیارت کے لیے مکہ مکرمہ لوٹتے وقت بطنِ محصب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا ہے یہ نزول اس لیے نہیں تھا کہ وہاں پر نازل متحب ہے یا کوئی عبادت ہے، بلکہ اس لیے نزول فرمایا تا کہ وہاں پر سامان وغیرہ چھوڑ دیں اور بوجھ ہلکا ہو جائے، کیونکہ طوافِ زیارت کے بعد پھر منیٰ لوٹنا ہے۔

(ج): مذکورہ عبارت کس باب کے تحت ہے؟

مذکورہ عبارت ''باب اھلالمن این ینبغی ان یکون'' کے تحت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حج کی فرضیت کس سن میں ہوئی؟

حج کی فرضیت کس سن میں نازل ہوئی اس کے بارے میں محدثین حضرات نے کوئی حتمی بات نہیں کہی ہے، حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب نے اوجز المسالک (ج ۳، ص ۲۹۶) میں سات اقوال نقل فرمائے ہیں۔

(۱) حج کی فرضیت قبل الہجرت ہوئی ہے (۲) حج، زکوٰۃ، صوم، جہاد وغیرہ کی فرضیت ہجرت کے بعد ہوئی، صرف نماز کی فرضیت ہجرت سے پہلے ہوئی ہے۔ (۳) ۵ھ میں حج کی فرضیت نازل ہوئی ہے (۴) ۶ھ حج فرض ہوا اس قول کو اکثر محدثین نے صحیح اور راجح قرار دیا ہے (۵) ۸ھ میں حج فرض ہوا، علماء کی ایک جماعت نے اس کو راجح قرار دیا ہے (۶) ۹ھ میں حج فرض ہوا اسی سال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ (۷) ۱۰ھ میں حج فرض ہوا، لیکن علامہ علاؤالدین حصکفی نے ۹ھ میں حج کی فرضیت کے قول کو ترجیح دی ہے۔

سوال نمبر (۴)۔ص ۳۹۰

قَالُوا فَلَابَأْسَ أَنْ يُزَادَ فِي التَّلْبِيَةِ مِثْلُ هٰذَا وَشِبْهِهِ. وَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ آخَرُونَ فَقَالُوا لَايَنْبَغِي أَنْ يُزَادَ فِي التَّلْبِيَةِ عَلٰى مَاقَدْعَلَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ عَلٰى مَاذَكَرْنَا فِي حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ ثُمَّ فَعَلَهُ هُوَ فِي الْحَدِيْثِ الْآخِرِ وَلَمْ يُعَلِّمْ ذٰلِكَ مَنْ عَلَّمَهُ وَهُوَ نَاقِصٌ عَنِ التَّلْبِيَةِ وَلَاقَالَ لَهُ (لَبِّ بِمَاشِئْتَ) مِمَّاهُوَ مِنْ جِنْسِ هٰذَا بَلْ عَلَّمَهُ كَمَاعَلَّمَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يُفْعَلَ فِيْهَا مِمَّا سِوَى التَّكْبِيْرِ فَكَمَا لَايَنْبَغِي أَنْ يَتَعَدّٰى فِي ذٰلِكَ شَيْئًا مِمَّا عَلَّمَهُ فَكَذٰلِكَ لَايَنْبَغِي أَنْ يَتَعَدّٰى فِي التَّلْبِيَةِ شَيْئًا مِمَّا عَلَّمَهُ. وَقَدْ رُوِيَ نَحْوٌ مِنْ هٰذَا عَنْ سَعْدٍ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): الفاظِ تلبیہ میں زیادتی جائز ہے یا نہیں اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): بتلائے کہ تلبیہ کیا ہے فرض، سنت یا واجب؟

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: بعض علماء کہتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ کو تلبیہ میں بڑھانے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مگر دوسرے حضرات نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جو تلبیہ سکھایا اس میں اضافہ مناسب نہیں ہے۔ ہم نیا سے حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر کیا ہے۔ پھر آپ نے اس پر عمل بھی کیا جیسا دیگر روایات میں ہے اور آپ نے جس کو سکھایا تو اسے ناقص نہیں سکھایا اور نہ یہ فرمایا کہ اس کی قسم سے جو چاہو کہہ لو۔ بلکہ اس کو نماز کی تکبیر کی طرح سکھایا جس طرح وہاں تکبیر کے علاوہ عمل مناسب نہیں اسی طرح تلبیہ بھی سکھاتے ہوئے الفاظ پر اضافہ مناسب نہیں جیسا کہ وہاں تکبیر کے سکھاتے ہوئے الفاظ پر اضافہ مناسب نہیں ارحضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے ملاحظہ ہو۔

(ب): الفاظِ تلبیہ میں زیادتی جائز ہے یا نہیں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

الفاظِ تلبیہ میں زیادتی جائز ہے یا نہیں اس سلسلے میں علماء کے دو مذاہب ہیں:

پہلا مذہب: حضرت امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام اوزاعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے۔ ان کے نزدیک منصوص الفاظ تلبیہ پر ایسے الفاظ کی زیادتی کی گنجائش ہے جو تعظیمِ باری پر دال ہوں۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے، دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص الفاظِ تلبیہ پر ایسے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الفاظ کے ذریعے زیادتی کرنا چاہے جو باری تعالیٰ کی تعظیم پر دلالت کرتے ہوں تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔

دوسرا مذہب: حضرت امام مالک، امام ابو یوسف اور امام طحاوی رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے۔ ان کے نزدیک الفاظ منصوصہ پر زیادتی مکروہ ہے، اس سے گریز کرنا ضروری ہے اور تلبیہ میں انہیں الفاظ کا تکرار کرتا رہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

دلیل: فقالوا لاینبغي ان یزاد في التلبیة علی ماقدعلمهٗ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ کے لیے جو الفاظ مقرر فرمائے ہیں ان میں زیادتی مناسب نہیں ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو الفاظِ تلبیہ کو اس طرح سکھایا ہے جس طرح نماز کی تکبیر سکھائی ہے، اگر جائز ہوتا تو یہ بھی کہا جاتا کہ الفاظِ تلبیہ ناقص ہے، حالانکہ جن کو تلبیہ سکھایا گیا تھا ان کو یہ نہیں بتلایا گیا کہ ان الفاظ پر اسی قسم کے جو چاہو اضافہ کر سکتے ہو، لہٰذا منصوص الفاظ پر اضافہ جائز نہ ہوگا۔

(ج): بتلائے کہ تلبیہ کیا ہے فرض، سنت یا واجب؟

تلبیہ فرض، واجب سنت کیا ہے؟ اس بارے میں علماء کرام کے چار مذاہب ہیں:

پہلا مذہب: حضرت امام ابو حنیفہ اور سفیان رحمہما اللہ کا ہے۔ ان کے نزدیک بوقتِ احرام ایک دفعہ تلبیہ پڑھنا فرض ہے اور شرائط احرام میں سے ہے جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ دخولِ صلوٰۃ کے لیے شرط ہے اسی طرح اگر تلبیہ نہیں پڑھے گا تو احرام صحیح نہ ہوگا اور نہ ہی حج یا عمرہ صحیح ہوگا اور بار بار تکرارِ تلبیہ ان کے نزدیک سنت ہے۔

دوسرا مذہب: حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بوقتِ احرام تلبیہ پڑھنا واجب ہے اس کے ترک کر دینے سے دم واجب ہو جائے گا۔

تیسرا مذہب: حضرت امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام حسن بن حی رحمہم اللہ وغیرہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے کا ہے۔ان کے نزدیک بوقتِ احرام تلبیہ پڑھنا سنت ہے،اس کے ترک کی وجہ سے دم بھی واجب نہیں ہوتا۔

چوتھا مذہب: حضرت علامہ ابن حبیب مالکی، علامہ زبیری شافعی اور اہلِ ظواہر کا ہے۔ان کے نزدیک تلبیہ رکن حج میں سے ہے اس کے بغیر حج صحیح نہ ہوگا۔

سوال نمبر (۵)-ص/۳۹۱

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى ابْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ وَهُوَ مُصْفِرٌ لِحْيَتَهُ وَرَأْسَهُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ قَدْأَحْرِمْتُ وَإِنَّاكَمَا تَرىٰ فَقَالَ أَنْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ عَنْكَ الصُّفْرَةَ وَمَاكُنْتَ صَانِعًا فِيْ حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِيْ عُمْرَتِكَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): کیا بوقتِ احرام خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): اس سلسلے میں نظرِ طحاوی پیش کریں۔

الجواب

(الف):عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت یعلی بن امیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقامِ جعرانہ میں حالتِ احرام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اس پر ایک اونی جبہ تھا اور سر اور داڑھی کے بال زرد رنگ میں رنگے ہوئے تھے،تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبّہ اُتار دو اور سر اور داڑھی کو دھو کر صاف کرلو اور اس کے بعد جس طرح اُمورِ حج ادا کرتے ہو اُمورِ عمرہ اداء کرلو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): کیا بوقتِ احرام خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

فریقِ اوّل: امام مالک اور حنفیہ میں سے امام محمد اور امام طحاوی رحمہما اللہ وغیرہ کے نزدیک قبل الاحرام ایسی خوشبو کا استعمال کرنا جس کا اثر احرام کے بعد باقی رہے مکروہ اور ممنوع ہے۔

دلیل: ان حضرات کی دلیل مذکورہ حدیث ہے، دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے یہ فرمایا کہ جاؤ اور جبّہ اور سر اور داڑھی کو دھولو، تو اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ احرام ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں جس کا اثر احرام کے بعد تک باقی رہ جائے۔

فریقِ ثانی: امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام زفر، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک قبل الاحرام ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر بعد الاحرام باقی رہے بلا کراہت جائز ہے۔

دلیل: **وقد روی في ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم مايدل على اباحة.** دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ احرام خوشبو لگائی تھی اور احرام کے بعد آپ کی مانگ کے درمیان سے عطر کے اثرات چمکتے ہوئے نظر آرہے تھے، اسی طرح سر اور داڑھی مبارک سے بھی خوشبو کے اثرات چمکتے ہوئے نظر آئے، لہٰذا واضح ہوگیا کہ بوقتِ احرام ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر احرام کے بعد تک باقی رہے جائز اور درست ہے۔

(ج): اس سلسلے میں نظرِ طحاوی:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احرام کی وجہ سے بہت سی چیزیں ناجائز ہوجاتی ہیں، مثلاً سلے ہوئے کپڑے، کرتہ، پاجامہ، موزہ، پگڑی کا استعمال کرنا، خوشبو لگانا، بڑے جانوروں کا شکار کرنا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ احرام کے بعد ان چیزوں کا مرتکب ہونا جس طرح حرام ہے ایسا ہی قبل الاحرام ان کا مرتکب ہوکر اس پر بعد الاحرام تک باقی رہنا بھی حرام ہے؛ چنانچہ اگر کوئی شخص قبل الاحرام سلے ہوئے کپڑے پہنے اور اس کو کھولے بغیر احرام باندھ لے تو بالاتفاق اس کو اس کپڑے کو اُتارنے کا حکم دیا جائے گا اب اگر اس نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعدالاحرام اس کونہیں اتارا تو ایسے شخص کا حکم اس شخص کے مانند ہے جس نے بعدالاحرام نئے طور پر سلا ہوا کپڑا پہنا ہے۔ بعدالاحرام پہننے پر جیسا فدیہ واجب ہے ایسا ہی قبل الاحرام پہن کر اس پر باقی رہنے والے پر بھی فدیہ واجب ہوگا۔

الغرض! جس کام کا کرنا بعدالاحرام ناجائز ہے وہی کام قبل الاحرام کر کے اس پر بعد الاحرام باقی رہنا بھی ناجائز ہے اور خوشبو کا استعمال بعدالاحرام اتفاقی طور پر ناجائز ہے، لہٰذا قبل الاحرام اس کو استعمال کر کے بعدالاحرام تک باقی رکھنا بھی جائز ہی ہوگا۔

سوال نمبر (۶)۔ص/۳۹۵

قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَبْنِ زَيْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ بِعَرَفَةَ يَقُوْلُ مَنْ لَمْ يلجِدْ إِزَارًا لَبِسَ سَرَاوِيْلًا وَمَنْ لَم يَجِدْ نَعْلَيْنِ لَبِسَ خُفَّيْنِ.

(الف): مذکورہ حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اگر کوئی شخص ضرورت کی وجہ سے قمیص، شلوار، موزہ وغیرہ پہن لے تو کیا اس پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں، فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب بھی تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ جس کو ازار میسر نہ ہو تو وہ شلوار پہن لے اور جس کو چپل میسر نہ ہو وہ موزہ پہن لے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): اگر کوئی شخص ضرورت کی وجہ سے قمیص، شلوار، موزہ وغیرہ پہن لے تو کیا اس پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

اس بارے میں دو مذاہب ہیں:

پہلا مذہب: حضرت امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہ حضرات کا ہے، ان کے نزدیک اگر ضرورتِ شدیدہ کی وجہ سے پہن لیا جائے تو پہننا بھی جائز اور فدیہ بھی واجب نہیں ہے۔

دلیل: ان حضرات کی دلیل مذکورہ حدیث ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر سلے ہوئے کپڑے جب میسر نہ ہوں تو سلے ہوئے کپڑے پہننے کی خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے اسی طرح جس کو چپل میسر نہ ہو وہ موزہ پہن لیا کرے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ضرورت شدیدہ کے وقت قمیص، شلوار، موزہ کا استعمال بلا کراہت جائز ہے اور جب بلا کراہت جائز ہے تو اس پر کفارہ کا سوال نہ ہوگا۔

دوسرا مذہب: حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام الحرمین، امام غزالی رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک ضرورتِ شدیدہ کی وجہ سے سلے ہوئے کپڑے اور موزہ وغیرہ پہننا تو جائز ہے مگر ساتھ ساتھ اس کا فدیہ اور کفارہ اداء کرنا بھی واجب ہے۔

فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب:

جواب کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح حالتِ ضرورت میں شلوار اور موزہ وغیرہ پہن لینا تم لوگ جائز قرار دیتے ہو، اسی طرح ہم بھی جائز قرار دیتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس پر کفارہ بھی لازم کرتے ہیں اور جن روایات کو تم نے پیش کیا ہے وہ وجوبِ کفارہ کے منافی نہیں ہیں، ان روایات میں اور مدعیٰ میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لیے کہ آزار نہ ہونے کے وقت شلوار پہننا اور چپل نہ ہونے کے وقت موزہ پہن لینا ہم بھی ناجائز نہیں کہتے ہیں، البتہ ہم اس کے ساتھ ساتھ دوسرے دلائل سے کفارہ بھی لازم قرار دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس نعل اور چپل نہ ہو وہ اپنے موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لیا کرے اور جس کے پاس ازار نہ ہو وہ اپنی شلوار کو ازار بنا کر پہن لے اور شلوار اور قمیص کو معتاد طریقہ سے نہ پہنا جائے بلکہ اوپر سے ڈال لیا جائے تو ہر حال میں جائز ہے، ان روایات سے واضح ہوا کہ محرم کو جو شلوار موزے وغیرہ پہننے کی اجازت دی گئی ہے وہ اس شکل میں نہیں کہ جس شکل میں حلال پہنتا ہے، بلکہ ان چیزوں کی مذکورہ طریقے سے شکل بدل کر پہننے کی اجازت ہے، اگر اسی شکل میں پہن لے گا تو کفارہ اور فدیہ دینا لازم ہوگا۔

(ج): نظر طحاوی:

نظر کا حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں قبل الاحرام مباح تھیں وہ احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں، مثلاً سلے ہوئے کپڑے، کرتا، پگڑی، موزہ، بُرنس، پائجامہ وغیرہ استعال کرنا، بال یا ناخن کٹوانا، اب بحالتِ مجبوری ان ممنوع چیزوں کا مرتکب ہو جانا مثلاً سخت گرمی کی وجہ سے مجبوراً سر ڈھانپ لینا سخت سردی کی بنا پر سلے ہوئے کپڑوں کا استعمال کر لینا، بیماری وغیرہ کی وجہ سے سر کا حلق کرنا یہ سب جائز ہیں، کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن اس سے بالاتفاق کفارہ واجب ہوگا، جیسا کہ بلا ضرورت ان کے مرتکب ہونے سے کفارہ واجب ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ صرف ضرورت کی وجہ سے گناہ ساقط ہوتا ہے، لہٰذا بوقتِ ضرورت موزہ، پائجامہ پہننے سے اگر چہ کوئی گناہ نہیں ہوگا، مگر کفارہ دینا پڑے گا، جیسا کہ بلا ضرورت پہننے سے کفارہ دینا پڑتا ہے۔

سوال نمبر (۷)-ص/۳۹۶

فَقَالُوا كُلُّ ثَوْبٍ مَسَّهُ وَرْسٌ أَوْزَعْفَرَانٌ فَلَايَحِلُّ لُبْسُهُ فِي الْإِحْرَامِ وَإِنْ غَسَلَ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُبَيِّنْ فِي هٰذِهِ الْآثَارِ مَاغُسِلَ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يُغْسَلْ فَنَهْيُهُ عَلٰى ذٰلِكَ كُلِّهِ. وَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا: مَاغُسِلَ مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰى صَارَ لَايَنْفُضُ فَلَابَأْسَ بِلُبْسِهِ فِي الْإِحْرَامِ لِأَنَّ الثَّوْبَ الَّذِيْ صُبِغَ إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ لُبْسِهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فِي الْإِحْرَامِ لَمَّا كَانَ قَدْ دَخَلَهُ مِمَّا هُوَ حَرَامٌ عَلَى الْمُحْرِمِ فَإِذَا غُسِلَ فَخَرَجَ ذٰلِكَ مِنْهُ ذَهَبَ الْمَعْنَى الَّذِي كَانَ لَهُ النَّهْيُ وَعَادَ الثَّوْبُ إِلٰى أَصْلِهِ الْأَوَّلِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهُ ذٰلِكَ الَّذِي غُسِلَ مِنْهُ وَقَالُوْا: هٰذَا كَالثَّوْبِ الطَّاهِرِ يُصِيبُهُ النَّجَاسَةُ فَيَنْجُسُ بِذٰلِكَ فَلَا تَجُوْزُ الصَّلَاةُ فِيْهِ فَإِذَا غُسِلَ حَتّٰى يَخْرُجُ مِنْهُ النَّجَاسَةُ طَهُرَ وَحَلَّتِ الصَّلَاةُ فِيْهِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ أَنَّهُ اسْتَثْنٰى مِمَّا حَرَّمَهُ عَلَى الْمُحْرِمِ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ (إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ غَسِيْلًا).

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): اگر حالتِ احرام میں ورس اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہن لیے جائیں تو کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: بعض لوگ فرماتے ہیں کہ ہر کپڑا جس کو زعفران یا ورس میں رنگ دیا گیا ہو پس جائز نہیں ہے حالتِ احرام میں ایسے کپڑوں کا پہننا اگرچہ دھو دیا گیا ہو؛ کیونکہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آثار میں دھوئے جانے والا کپڑے کو نہ دھوئے جانے والے سے الگ ذکر نہیں فرمایا، پس ممانعت دونوں ہی قسموں سے متعلق ہوگئی۔ مگر دیگر علماء نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا جس کپڑ کو دھولیں اور اس سے مہک ختم ہو جائے اسے حالتِ احرام میں استعمال کرنا چنداں حرج نہیں رکھتا اور ورس و زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کی ممانعت کا سبب یہ کہ وہ ایسا کپڑا پہن کر احرام میں داخل ہو رہا ہے، جس کا استعمال محرم پر حرام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے۔ جب وہ دھوڈالا گیا تو وہ اس حکم سے نکل گیا اور وجہ ممانعت جاتی رہی اور کپڑا اپنی اصل حالت میں لوٹ آیا جو کہ اس سے پہنچنے سے پہلے کی حالت تھی۔ اس کپڑے کا حال اس پاک کپڑے جیسا ہے کہ جس کو نجاست لگ گئی تو اس کے ساتھ نماز جائز نہ رہی جب نجاست سے پاک کر دیا گیا اور نجاست کو زائل کر دیا تو وہ پاک ہو گیا۔ اس کے ساتھ نماز جائز ہوگی۔ اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ آپ نے محرم پر حرام ہونے والی صورت سے اس کو مستثنیٰ کر کے بیان فرمایا اور فرمایا مگر اس صورت میں کہ اسے دھوڈالا جائے۔

(ب): اگر حالتِ احرام میں ورس اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہن لیے جائیں تو کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

پہلا مذہب: حضرت مجاہد بن جبر، ہشام بن عروہ، عروہ بن زبیر، ابن حزم ظاہری رحمہم اللہ وغیرہ حضرات کا ہے، ان کے نزدیک ورس یا زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کا پہننا مطلقاً جائز ہے۔

دلیل: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتلبسوا ثوبًا مسه ورس اوزعفران يعني في الاحرام. اس حدیث میں بلاکسی استثناء کے ورس یا زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی ممانعت کی گئی ہے، لہٰذا مذکورہ اشیاء میں رنگے ہوئے کپڑے دھونے کے بعد بھی پہننا محرم کے لیے جائز نہ ہوگا۔

دوسرا مذہب: حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے قول مشہور میں، امام حسن بصری، سفیان ثوری اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک اگر ورس اور زعفران کو دھو کر صاف کر دیا جائے تو اس کا پہننا محرم کے لیے بلا کراہت جائز ہے اور درست ہے۔

دلیل: وقدروى عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذالك انه استثنى مماحرمه على المحرم من ذالك فقال الاان يكون غسيلًا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفران اور ورس میں رنگے ہوئے کپڑے کو محرم کے لیے حرام قرار دیا ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوئے ہوئے کپڑے کو "الا ان یکون غسیلا" کے لفظ سے مستثنیٰ بھی فرمایا ہے۔

(ج): نظر طحاوی:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح نجاست لگا ہوا کپڑا دھونے کے بعد پاک ہوجاتا ہے اور اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے چنانچہ نماز صحیح ہوجاتی ہے اسی طرح زعفران، ورس لگا ہوا کپڑا بھی دھونے کے بعد اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آئے گا، اور حالتِ احرام میں اس کا استعمال جائز ہے۔

سوال نمبر (۸)۔ص/۳۹۷

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَقَدَّ قَمِيصَهُ مِنْ جَيْبِهِ حَتّٰى أَخْرَجَهُ مِنْ رِجْلَيْهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): تشریح کریں۔

(ج): اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد ذوالحلیفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، پس اپنی قمیص کو گریبان سے پھاڑا یہاں تک کہ اس (قمیص) کو پیر کی جانب سے نکالا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): تشریح:

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی نے قمیص یا جبّہ وغیرہ پہن کر احرام باندھ لیا ہے اور جبّہ اور قمیص اُتارا نہیں ہے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے، کہ اس جبہ وغیرہ کو سر کی جانب سے اُتارے، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس جبّہ اور قمیص وغیرہ کو اپنے گریبان سے پھاڑ کر پاؤں کی جانب سے نکالے گا نہ کہ سر کی جانب سے۔

(ج): اختلافِ ائمہ مع دلائل:

اس بارے میں دو مذہب ہیں:

پہلا مذہب: حضرت امام عامر شعبی، حسن بن محمد، ابن علی، سعید بن زبیر، ابراہیم نخعی رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک معتاد طریقے سے سر کی طرف سے اُتارنا جائز نہیں ہے، بلکہ گریبان پھاڑ کر پیر کی طرف سے نکالنا لازم ہے، اس لیے کہ سلا ہوا کپڑا پہن لینا ایک جرم ہے اور سر چھپانا دوسرا جرم ہے۔

دوسرا مذہب: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک جبّہ، قمیص پھاڑ کر اُتارنا لازم نہیں، بلکہ معتاد طریقہ سے سر کی طرف سے اُتارنا جائز ہے۔

دلیل پہلے مذہب کی: ان حضرات کی دلیل مذکورہ حدیث ہے۔

دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کے بعد مسجد ذوالحلیفہ میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے اردگرد موجود تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر جبّہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا گریبان چاق کر کے پیر کی طرف سے اُتار دیا اور فرمایا کہ مجھے اپنے (بدنہ) قربانی کے بڑے جانوروں کے بارے میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے گلے میں پُرانے جوتے اور درختوں کے چھلکے وغیرہ کا ہار ڈلوا دوں اور ان کا اشعار کردوں اور میں نے ان کو بھیج دیا ہے اور میں جبہ پہنے ہوئے تھا احرام کے وقت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اُتارنا یاد نہیں رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ روانہ ہونے سے قبل ہدی کے جانوروں کو مکۃ المکرمہ بھیج دیا تھا، اب مفصل روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل جبہ کو پھاڑ کر پیر کی طرف سے اُتار دینا تھا، لہٰذا اب ساری امت کا یہی عمل ہونا چاہیے۔

مذہبِ ثانی کی دلیل: يعلى بن امية الذي احرم وعليه جبة فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فامرهٗ ان ينزعها نزعًا.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ باب التطیب عند الاحرام کے شروع میں حضرت یعلی بن امیہ کی مفصل روایت (سوال نمبر ۵) کے تحت گزر چکی ہے، اس میں اس کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعاد طریقہ سے جبہ کو اُتار دینے کا حکم فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ پھاڑ کر پیر کی طرف سے اُتار دو، اس میں آپ نے ان الفاظ سے منع فرمایا "انزع عنک جبة" اور نزع کے معنیٰ متعاد طریقہ سے اُتار دینے کے ہیں۔ اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو غور سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ پھاڑ کر اُتارنا مکہ مکرمہ پہونچنے سے پہلے مدینہ سے قریب راستہ کا واقعہ ہے اور حضرت یعلی بن امیہ کی روایت مکہ مکرمہ سے قریب مقام جعرانہ کا واقعہ ہے، اگر دونوں واقعے ایک سفر کے ہیں، چاہے عمرۃ القضاء کے ہوں یا حجۃ الوداع کے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت منسوخ ہوجاتی ہے، لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔

سوال نمبر (۹)-ص/۳۹۸

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْرَدَ الْحَجَّ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): کون سا حج افضل ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): حج تمتع کا مطلب بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا ہے۔

(ب): کون سا حج افضل ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

اِس سلسلے میں تین مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل: حضرت امام مالک، امام اوزاعی، امام ابراہیم نخعی، امام عامر شعبی، امام مجاہد بن جبر، امام عبیداللہ بن الحسن رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک حج کی تینوں قسموں میں سے سب سے افضل حج افراد ہے، اس کے بعد حج تمتع ہے پھر اس کے بعد حج قران ہے۔

مذہبِ ثانی: حضرت امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، خالد بن زید، قاسم بن محمد رحمہم اللہ وغیرہم کے نزدیک حج کی تینوں قسموں میں سے حج تمتع ہے اس کے بعد حج افراد اس کے بعد حج قران ہے۔

مذہبِ ثالث: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف، امام محمد، ابن حسن شیبانی، امام اسحاق بن راہویہ، امام سفیان ثوری، امام مزنی، امام سفیان ابن سلمہ رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک حج کی تینوں قسموں میں سے سب سے افضل حج قران ہے، اس کے بعد حج تمتع، اس کے بعد حج افراد۔

مذہبِ اوّل کی دلیل: ان کی دلیل باب کے شروع کی وہ تمام روایات ہیں جن میں صاف الفاظ میں اس کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حج افراد فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے جس حج کو پسند فرمایا ہے وہ لامحالہ سب سے افضل ہوگا اور حضرت مصنف رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج افراد کرنے سے متعلق روایات کو تین صحابہ کرام سے سات سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحابی (۱): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چار سندوں کے ساتھ۔

صحابی (۲): حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے ایک سند کے ساتھ۔

صحابی (۳): حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دو سندوں کے ساتھ۔

ان تمام روایات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج افراد فرمانا واضح ہے اس لیے حج افراد سب سے افضل ہوگا۔

مذہبِ ثانی کی دلیل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکۃ المکرمہ پہونچنے کے بعد احرام نہیں کھولا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب سب لوگ آپ کے حکم سے احرام کھول رہے ہیں تو آپ کیوں نہیں کھول رہے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ ہدی کے جانور ہیں اور میں نے اپنے سر پر تلبید کرلی ہے، لہٰذا میں یوم النحر کے دن احرام کھولوں گا تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے حج تمتع فرمایا ہے، اس لیے کہ سوق ہدی کا احرام کھولنے سے مانع ہونا حج تمتع ہی میں ہوسکتا ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس گفتگو کا وقت کیا تھا؟ تو اس کے بارے میں حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ نے دو احتمال بیان فرمائے ہیں:

(۱) مکۃ المکرمہ پہونچنے کے بعد ارکانِ عمرہ ادا کرچکنے کے بعد یہ گفتگو ہوتی تھی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا مطلب یہ ہوگا کہ ارکانِ عمرہ ادا کرنے کے بعد سب لوگوں نے آپ ہی کے حکم سے احرام کھول دیے ہیں تو پھر آپ نے کیوں احرام نہیں کھولا؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں بھی احرام کھول دیتا مگر سوقِ ہدی اس کے لیے مانع بن گیا ہے۔

(۲) یہ گفتگو اس وقت ہوئی تھی جبکہ مکہ پہونچ کر ابھی تک طوافِ عمرہ ادا نہیں فرمایا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھا اور نہ ہی اس وقت تک حج کا احرام باندھا تھا اور ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر سوقِ ہدی نہ ہو تو ارکانِ عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا جائے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام کھولنے سے قبل حج کا احرام باندھ لیا ہے جس سے حضور کا حج، حج قران ہونا ثابت ہو رہا ہے، اب دونوں تاویلوں میں سے جونسی تاویل بھی اختیار کی جائے اس سے مفرد بالحج کے قائلین کا قول مسترد ہو جائے گا۔

مذہبِ ثالث کی دلیل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صُبیبی ابن معبد کہتے ہیں کہ میں نے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھ لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کر دیا تو انہوں نے هدیت لسنة نبیک کیا الفاظ اپنی زبان سے فرمائے اور حضرت عمر کا یہ جملہ آٹھ سندوں کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور حضرت عمر کے اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: (۱) یہ جملہ دُعائیہ ہے کہ تم نے صحیح نہیں کیا اللہ تعالیٰ تم کو اپنے نبی کی سنت کی ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔ (۲) یہ جملہ دُعائیہ نہیں ہے بلکہ جملہ تصویبیہ اور تصدیقیہ ہے کہ تم کو اپنے نبی علیہ السلام کی سُنّت کی صحیح رہنمائی حاصل ہوگئی اور جو لوگ حج قران کی افضلیت کا انکار کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا قول جملہ دُعائیہ پر محمول ہے اور جو لوگ قران کی افضلیت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ دُعائیہ نہیں ہے بلکہ جملہ تصدیقیہ ہے اور فكان من الحجة عليهم في ذلك الخ سے قران کی افضلیت کے منکرین پر رَد کیا جا رہا ہے کہ اس کو جملہ دُعائیہ کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ جملہ تصدیقیہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صُبیی بن معبد اپنا پورا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں قران کا احرام باندھ کر سفر کر رہا تھا اتفاق سے مقامِ عُذیب میں حضرت سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان سے ملاقات ہوئی اور ان لوگوں نے مجھ سے قران کا تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا تو ایک دوسرے سے سوال کیا کہ دونوں کو جمع کرنا کہاں سے ثابت ہے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیجیے؛ کیونکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ شخص اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ ہے تو میں نے تیز رفتاری سے مدینہ پہونچ کر حضرت عمر سے واقعہ سنایا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ انهما لم يقولا شيئا هُديت لسنة نبيك اب حضرت عمر کے اس مقولہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ جملہ دُعائیہ نہیں ہے، بلکہ تصدیقیہ ہے، اس لیے کہ هدية لسنة نبيك سے پہلے یہ فرمانا کہ ان دونوں کی بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی یہ مابعد کے جملہ کی تصدیق ہے، لہٰذا حضرت عمر کے قول سے قران کی افضلیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج قران فرمانا ثابت ہے اور صُبیی بن معبد کاو کـــان بعيـری علی عنقی کا مطلب یہ ہے کہ خوف تیز رفتاری سے چلے۔ اور جملہ تصدیقیہ ہونے کی روایت کو حضرت مصنف نے دوسندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(ج): حج تمتع کا مطلب:

یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھ لیا جائے اور مکہ مکرمہ پہونچ کر ارکانِ عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا جائے، اس کے بعد مکہ مکرمہ کے باشندوں کیطرح بغیر احرام کے قیام کیا جائے، پھر یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو حرم شریف سے حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو روانہ ہو جائے پھر یوم النحر کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد تمتع کی قربانی کی جائے اس کے بعد حلق کر کے احرام کھول دیا جائے اور تمتع کرنے والے پر جو قربانی واجب ہوتی ہے اس کو دم شکر کہا جاتا ہے اور اس پر عمرہ کے لیے ایک سعی اور ایک طواف الگ سے ہے۔

سوال نمبر (۱۰)۔ ص/۴۰۸

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بُدْنَةً قَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): ہدی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): ہدی کے جانور کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ہدی کے جانور کو ہنکاتا ہوا لے جارہا تھا اور خود پیدل چل رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر سوار ہوجاؤ تو اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہدی کا جانور ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا ناس ہو سوار ہوجا۔

(ب): ہدی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

ہدی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں دو مذہب نقل کیے گئے ہیں۔

مذہبِ اوّل: حضرت امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، اصحابِ ظواہر رحمہم اللہ کے نزدیک مطلقاً سوار ہونا جائز ہے، ضرورت کے وقت اور عدمِ ضرورت کے وقت دونوں صورتوں میں ہدی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے۔

دلیل: مذکورہ حدیث ہے، دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں "**ارکبھا ویلک**" کا لفظ آیا ہے یہ لفظ ہلاکت کی بددعاء کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور کبھی کبھی مخاطب کو کسی کام پر ابھارنے اور ترغیب دینے کے موقع پر بطور ملامت بھی استعمال ہوتا ہے اور یہاں پر ملامت ہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

مذہبِ ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک بلا ضرورت ہدی کے جانور پر سوار ہونا جائز نہیں، البتہ ضرورت کی وجہ سے سوار ہوسکتا ہے، نیز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک معمولی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضرورت کی وجہ سے سوار ہونا جائز نہیں ہے، بلکہ اضطراری ضرورت میں سوار ہونا جائز ہوسکتا ہے، اگر بلاضرورت سوار ہوگیا اور جانور اس کی وجہ سے تھک جائے یا اس میں کچھ کمی آجائے تو کمی کی تلافی کا تاوان لازم ہوگا۔

دلیل: وقد روی عن المتقدمین فی قول اللّٰہ تعالیٰ: لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى. اِس آیتِ کریمہ میں بلاضرورت سواری کی ممانعت ثابت کی جارہی ہے، حضرت امام مجاہد بن جبیر "الی اجل مسمی" کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ تم ان جانوروں سے فائدہ اُٹھا سکتے ہو ایک مدت تک یعنی ان کے ہدی اور بدنہ بننے تک فائدہ اُٹھا سکتے ہو اس کے بعد نہیں، اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "الی اجل مسمّی" کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت کے اُٹھ جانے تک ہدی کے جانور سے فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔

(ج): ہدی کے جانور کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

ہدی کے جانور کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں دو مذہب ہیں:

مذہبِ اوّل: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک ہدی کے جانور کا دودھ پینا مطلقاً جائز ہے، مگر اس کے بچے کو پہلے پلانا ضروری ہے۔

مذہبِ ثانی: امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک ہدی کے جانور کا دودھ پینا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے تھن میں پانی چھڑک دیا جائے گا؛ لہٰذا اگر دودھ پی لیتا ہے تو دودھ دوہنے کی وجہ سے جو اس میں کمی آئے گی اس کا تاوان لازم ہے، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تاوان لازم نہیں ہے۔

سوال نمبر (۱۱)-ص/۴۱۰

وَخَالَفَهُمْ فِي ذَالِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا أَلْكَلْبُ الْعَقُوْرُ هُوَ الْكَلْبُ الْمَعْرُوْفُ وَلَيْسَ الْأَسَدُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ وَقَالُوْا وَلَيْسَ الْأَسَدُ مِنْهُ فِي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شَيْءٍ وَقَالُوا لَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْكَلْبَ الْعَقُورَ هُوَ الْأَسَدُ وَإِنَّمَا ذَالِكَ مِنْ قَوْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

(الف): محرم کے لیے حالتِ احرام اور حلال کے لیے حدودِ حرم میں کتنے جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے؟

(ب): مذکورہ عبارت سے کون لوگ مراد ہیں اور ان حضرات کا کلب عقور کے سلسلے میں کیا مسلک ہے؟ واضح طور پر تحریر کریں۔

(ج): حج کی فرضیت علی الفور ہے یا علی التراخی اختلافِ ائمہ تحریر کریں؟ نیز یہ بھی تحریر کریں کہ عمرہ واجب ہے یا سنت؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : محرم کے لیے حالتِ احرام میں اور حلال کے لیے حدود حرم میں سات قسم کے جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت صحیح روایات سے ثابت ہے: (۱) الحیۃ (سانپ) (۲) چوہا (۳) عقرب یعنی بچھو (۴) گرگٹ (۵) حداۃ یعنی چیل (۶) غراب ابقع یعنی وہ کوا جو گندگی کھاتا ہے یا وہ کوا جو گندگی اور دانہ دونوں کھاتا ہو اور غراب ابقع اس کوّے کو کہا جاتا ہے جس کی پشت پر اور پیٹ میں سفیدی ہو اس کا مزاج ہی گندگی کھانے کا ہے (۷) کلب عقور یعنی کاٹنے والا اور حملہ کرنے والا کتا ان سب کو قتل کرنے کی اجازت صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

اور مسلم شریف (ج ۱/ ص ۳۸۱) میں موجود ہے اور ہر ایک حدیث میں خمس من الدواب کے الفاظ آئے ہیں کہ پانچ کے عدد کے ساتھ ہر حدیث مقید ہے مگر کچھ کچھ فرق بھی ہے اور سب کو جمع کر کے دیکھا گیا تو کل سات جانور ہوئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مذکورہ عبارت س کون لوگ مراد ہیں اور ان حضرات کا کلب عقور کے سلسلے میں کیا مسلک ہے؟

مذکورہ عبارت سے حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، ابن حسن شیبانی، امام اوزاعی اور امام حسن بن حی رحمہم اللہ وغیرہ مراد ہیں۔

ان حضرات کا کلبِ عقور کے سلسلے میں مسلک یہ ہے کہ کلب عقور سے کاٹنے والے ہر قسم کے درندے اور شیر وغیرہ مراد نہیں ہیں، بلکہ اس سے صرف کاٹنے والے کتے مراد ہیں، نخب الافکار میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول بھی اسی کے موافق ہے۔

(ج): حج کی فرضیت علی الفور ہے یا علی التراخی اختلافِ ائمہ:

حج علی الفور ہے یا علی التراخی: اس بارے میں دو مذہب ہیں:

مذہبِ اوّل: حضرت امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام عبدالرحمٰن، اوزاعی اور امام ابوحنیفہ میں سے امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ کے نزدیک علی الفور حج کی ادائیگی واجب نہیں، بلکہ بلا کراہت تراخی جائز ہے۔

مذہبِ ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دو قولوں میں سے زیادہ صحیح یہی ہے کہ اوّل فرصت میں حج کا فریضہ ادا کرنا لازم ہے اور استطاعت کے باوجود تاخیر کرنے سے فاسق اور گنہگار ہو جائیگا اور اس کی شہادت بھی مردود ہو جائے گی، اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک ہے، البتہ تاخیر سے ادا کرنے کی صورت میں قضاء نہیں کہلائے گی، بلکہ ادا ہی کہلائے گا۔

عمرہ واجب ہے یا سنت؟:

جس عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرنا واجب ہے تو اسی طرح ایک عمرہ بھی واجب ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں دو مذہب ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ اوّل: امام شافعی، امام احمد بن حنبل، ابوثور، ابوعبید، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن اور امام اوزاعی رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک عمرہ بھی حج کی طرح ایک مرتبہ واجب ہے۔

مذہبِ ثانی: حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک مستحب ہے؛ لیکن حنفیہ کا مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے۔

سوال نمبر (۱۲)-ص ۴۱۲/۲

عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ نَزَلَ قُدَيْدًا فَأُتِيَ بِالْحَجَلِ فِي الْجِفَانِ شَائِلَةً بِأَرْجُلِهَا فَأَرْسَلَ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَضْفِزُ بَعِيرًا لَهُ جَاءَهُ وَالْخَبَطُ يَتَحَاتُّ مِنْ يَدَيْهِ فَأَمْسَكَ عَلِيٌّ فَأَمْسَكَ النَّاسُ فَقَالَ عَلِيٌّ مِنْ هٰهُنَا مَنْ أَشْجَعَ هَلْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ بِبَيْضَاتِ نِعَامٍ وَتَتْمِيرِ وَحْشٍ فَقَالَ أَطْعِمْهُنَّ أَهْلَكَ فَإِنَّا حُرُمٌ قَالُوا نَعَمْ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): غیر محرم کے شکار کردہ جانور کے محرم کے جواز وعدمِ جواز کے سلسلے میں تین مذاہب ہیں، ہر ایک کا مذہب تحریر کریں۔

(ج): عبارت میں مذکورہ دلیل کس کی ہے؟ اس کا جواب کیا ہے؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حالتِ احرام میں مقامِ قدید میں ٹھہر گئے تو آپ کے پاس چکور نامی پرندہ کا گوشت لایا گیا جس کے پیر برتن میں ظاہر ہو رہے تھے تو ایک آدمی نے آکر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو یعنی حالتِ احرام میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسی طرح کا شکار کردہ گوشت کو مکروہ کہتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور قاصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس حال میں پہنچا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کو درختوں کے پتے جھاڑ کر کھلا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا غیر محرم لوگوں کو کھلا دو ہم لوگ محرم ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اکثر ہماری مخالفت کرتے ہیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم اور واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ یہاں قبیلہ اشجع میں سے کون موجود ہے تم اس بات کی گواہی دے دوگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آدمی کچھ انڈے اور کھجور یا کچھ انڈے اور وحشی گدھے کا گوشت بطور ہدیہ لے کر حاضر ہوا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم اپنے اہل کو کھلا دو اس لیے کہ ہم لوگ حالتِ احرام میں ہیں، تو قبیلہ اشجع والوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی ہے۔

(ب): غیر محرم کے شکار کردہ جانور کے محرم کے جواز وعدمِ جواز کے سلسلے میں مذاہب:

مذاہبِ اوّل: حضرت امام عامر شعبی، طاوس بن کیسان، سفیان ثوری، لیث بن سعد، مجاہد بن جبیر، جابر بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نزدیک حلال آدمی کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم کے لیے مطلقاً ناجائز ہے چاہے غیر محرم نے اپنے لیے یا محرم کے کھلانے کے لیے شکار کیا ہو ہر حال میں محرم پر حرام ہے۔

مذہبِ ثانی: حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام عطاء بن رباح رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک ہر وہ شکار محرم پر حرام ہے جو محرم کے واسطے شکار کر کے ذبح کیا جائے، اگر محرم کے لیے شکار نہیں کیا گیا اور نہ ہی محرم کے لیے ذبح کیا گیا تو اس شکار کا گوشت کھانا محرم کے لیے جائز ہے اور حلال ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ ثالث: حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک وہ شکار محرم کے لیے جائز اور حلال ہے جس کے شکار میں محرم کا کوئی دخل نہ ہو چاہے حلال آدمی نے محرم کے واسطے ذبح کیا ہو یا اپنے لیے ہر حال میں محرم کے لیے اس کا گوشت حلال ہے۔

مذہبِ اوّل کے دلائل: مذکورہ حدیث ہے۔ دلیل کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں حلال کے لیے ذبح کردہ شکار کو محرم پر مطلقاً حرام قرار دیا ہے، چاہے حلال نے اپنے لیے ذبح کیا ہو چاہے محرم کو کھلانے کے لیے ہر حال میں محرم پر حرام ہے، اس حدیث میں کسی قسم کی قید نہیں ہے، بلکہ مطلقاً ممانعت ہے۔

مذہبِ ثانی کے دلائل: وقد روی عن رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خلاف ذلک. دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے واسطے وہ شکار حالتِ احرام میں حلال ہوسکتا ہے جس کو تم نے شکار نہیں کیا اور نہ ہی حلال نے تمہارے واسطے شکار کیا ہو، لہٰذا وہ شکار محرم کے لیے جائز ہے۔

مذہبِ ثالث کی دلیل: وقد رویت عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث جاء ت مجیئا متواتراً في اباحۃ لحم الصید. دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح موجود ہے کہ محرم کے لیے وہ شکار حلال ہے جس کو شکار کرنے میں محرم نے کوئی تعاون نہیں کیا ہے اور نہ ہی محرم نے شکار کا حکم کیا، لہٰذا محرم کے لیے صرف وہ شکار حرام ہوسکتا ہے جس کو مارنے میں محرم کا تعاون شامل ہو یا محرم کا حکم شامل ہو اس کے علاوہ ہر شکار محرم کے لیے حلال ہے۔

(ج): عبارت میں مذکورہ دلیل کس کی ہے؟ اس کا جواب کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت حارث بن نوفل حضرت عثمان اور ان کے ساتھ احرام کی حالت میں سفر کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والوں کے لیے شکار کردہ چکور نامی پرند کو ذبح کر کے لائے تھے اور فریق اوّل کا مدعیٰ یہ تھا کہ حلال نے اگر محرم کے لیے ذبح نہیں کیا ہے، بلکہ اپنے اور حلال لوگوں کے کھلانے کے لیے ذبح کیا ہے، تب بھی محرم کے لیے حلال نہیں ہے، للہٰذا اس حدیث سے مذہب اوّل کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۱۳)-ص/۲۱۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِيْ إِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعِنْدَ الْبَيْتِ وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِعَرَفَاتٍ وَبِالْمُزْدَلِفَةِ وَعِنْدَ الْجُمْرَتَيْنِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): عبارت میں مذکورہ مختلف فیہ مسئلہ کیا ہے؟ ائمہ کرام کی آراء مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی پیش کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر ہاتھ اُٹھانے کی ترغیب دی: (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رویتِ بیت اللہ کے وقت (۳) صفا پر (۴) مروہ پر (۵) عرفات پر (۶) مزدلفہ میں (۷) اور جمرتین کے وقت۔

(ب): عبارت میں مذکورہ مختلف فیہ مسئلہ کیا ہے؟ ائمہ کرام کی آراء مع دلائل:

مذکورہ عبارت میں مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ رویتِ بیت اللہ کے وقت ہاتھ اُٹھانا مشروع ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماءِ امت کی آراء مختلف ہیں۔ اس بارے میں دو مذہب ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ اوّل: حضرت امام ابراہیم نخعی، اسود بن زید، علقمہ بن قیس رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک رویت بیت اللہ کے وقت ہاتھ اُٹھا کر دعاء مانگنا مشروع اور مسنون ہے اور مستحب ہے۔

مذہبِ ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد بن حسن، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام اوزاعی اور سفیان ثوری رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک رویت بیت اللہ کے وقت ہاتھ اُٹھا کر دعاء مانگنا مشروع نہیں ہے، اور علاّمہ سوکانی نے نیل الاوطار میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہ مکروہ ہے اور نہ ہی مستحب ہے۔

فریقِ اوّل کی دلیل: مذکورہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مواقع میں رفع یدین کی ترغیب فرمائی، ان میں سے ایک رویت بیت اللہ کا موقع ہے، لہٰذا بیت اللہ شریف کو دیکھ کر ہاتھ اُٹھا کر دعاء مانگنا مشروع اور مسنون ہے۔

فریقِ ثانی کی دلیل: عن جابر بن عبداللّٰہ أنه سئل عن رفع الأيدي عند البيت فقال ذالک شيء يفعله اليهد قد حججنا مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فلم يفعل ذالک. دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے رویت بیت اللہ کے وقت دعاء میں رفع یدین سے متعلق سوال کیا گیا تو جواب دیا کہ یہ یہود کا عمل ہے اور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل نہیں کیا، اس عبارت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ صاف فرما رہے ہیں کہ یہ اہلِ اسلام کا عمل نہیں ہے، بلکہ اہلِ یہود کا عمل ہے، لہٰذا یہ عمل کم سے کم مکروہ ہوگا۔

(ج): نظرِ طحاوی:

ایک نظریہ ہے کہ حالتِ احرام میں رفع یدین کا حکم صرف ایسی جگہوں میں ہے جہاں وقوف (ٹھہرنے) کا حکم ہے؛ چنانچہ جمرۂ عقبہ میں وقوف نہیں ہے تو رفع کا حکم بھی نہیں ہے، لہٰذا نظر کا تقاضا یہ ہے کہ بیت اللہ کے پاس جب وقوف کا حکم نہیں ہے تو وہاں رفع کا حکم بھی نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۱۴)-ص/۲۱۹

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوِدَاعِ سَبْعًا رَمَلَ مِنْهَا ثَلٰثَ وَمَشٰى أَرْبَعًا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): دورانِ طواف رَمل کا حکم ختم ہو گیا یا باقی ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): کون سے طواف میں رمل کا حکم ہے وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اوّل تین چکروں میں رمل فرمایا اور اخیر کے چار چکروں میں رمل نہیں فرمایا بلکہ اپنی عادت کے مطابق چلتے رہے۔

(ب): دورانِ طواف رَمل کا حکم ختم ہو گیا یا باقی ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

دورانِ طواف رَمل کا حکم باقی ہے یا نہیں اس سلسلے میں دو مذہب ہیں:

پہلا مذہب: حضرت عبداللہ بن عباس، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان، حسن بصری، قاسم بن محمد رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک زمانۂ نبوت کے بعد طواف میں رمل کا حکم ختم ہو چکا، لہٰذا اب طواف کے دوران رمل نہیں کیا جائے گا۔

مذہب ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور جمہور رحمہم اللہ کے نزدیک طواف میں رمل کی مسنونیت دورِ نبوت کے بعد بھی قیامت تک باقی رہے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ اوّل کی دلیل: عن أبي الطفيل قال قلت لابن عباس رضى الله عنهما زعم قومک ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رمل بالبيت وانها سنة قال صدقوا وكذبوا قدرمل رسول الله صلى الله عليه وسلم بالبيت وليس سنة.

دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالطفیل فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف میں رمل فرمایا ہے کہاں تک صحیح ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ رمل سنت رسول ضرور ہے، مگر اس معاملے میں لوگ جھوٹ بھی بولتے ہیں اور سچ بھی، سچ یوں بولتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت رمل فرمایا ہے اور جھوٹ یوں بولتے ہیں کہ یہ سنت باقی نہیں رہی۔

دوسری دلیل: امام مجاہد بن جبیر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں رمل فرمایا ہے اور حجۃ الوداع میں رمل نہیں فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر جو رمل فرماتے تھے وہ کفار کو دکھانے کی غرض سے تھا اور حجۃ الوداع کے موقع پر وہاں کفار کے نہ ہونے کی وجہ سے رمل نہیں فرمایا، لہٰذا اب دورِ نبوت کے بعد رمل کی سنیت باقی نہیں رہی۔

مذہبِ ثانی کی دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔ دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اوّل کے تین چکروں میں رمل فرمایا ہے اور اخیر کے چار چکروں میں رمل نہیں فرمایا ہے، بلکہ اپنی عادت کے مطابق رہے۔

دوسری دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسے عمل کو ترک نہیں کرتے ہیں جس کو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جانتے ہیں، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک جم غفیر کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج میں رمل فرمایا اور کسی نے عمر رضی اللہ عنہ پر نکیر نہیں فرمائی، اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ثابت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حدودِ حرم مکۃ المکرمہ سے مشرکین کے ختم ہونے کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے رمل ثابت ہے تو رمل کی مشروعیت محض کفار کے سامنے اظہارِ شوکت کی بنا پر نہ ہوگی، بلکہ سنت طواف کی بناء پر ہوگی، جو کسی علت کے ساتھ معلول نہیں ہے، یہی ہمارے علماء ثلاثہ کا مسلک ہے اور اسی پر حنفیہ کا فتویٰ ہے۔

(ج): کون سے طواف میں رمل کا حکم ہے بوضاحت:

اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس طواف میں رمل ہے جس کے بعد سعی بین الصفاء والمروہ کا ارادہ ہو۔ البتہ صرف امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول اس طرح ملتا ہے کہ صرف طوافِ قدوم میں رمل مسنون ہے، چاہے اس کے بعد سعی بین الصفا والمروہ ہو یا نہ ہو۔

سوال نمبر (۱۵)۔ص/۴۲۰

قَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى أَنَّ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَيَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَسْتَلِمَ أَرْكَانَهُ كُلَّهَا وَاحْتَجُّوْا فِي ذَالِكَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذکورہ عبارت کس باب کے تحت ذکر کی گئی ہے؟ نیز اس بارے میں اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ جو شخص بیت اللہ شریف کا طواف کرے تو اس کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاروں ارکان کا استلام کرے، اور وہ لوگ اسی حدیث سے اس سلسلے میں حجت کرتے ہیں۔

(ب): مذکورہ عبارت کس باب کے تحت ذکر کی گئی ہے؟

مذکورہ عبارت "باب مايستلم من الاركان في الطواف" کے تحت ذکر کی گئی ہے۔
اس باب کے تحت زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ رکن اسود، رکن عراقی، رکن شامی رکن یمانی چاروں کا استلام مسنون ہے یا صرف رکن اسود اور یمانی ہی کا استلام مسنون ہے، اس سلسلے میں دو مذہب ہیں۔

اختلافِ ائمہ:

پہلا مذہب: حضرت معاویہ، حضرت انس ابن مالک، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے جابر بن زید، سوید بن غفلہ، عروہ بن زبیر رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک چاروں ارکان کا استلام مسنون ہے۔

دوسرا مذہب: حضرت عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت رضی اللہ عنہما، حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، حسن بصری، سفیان ثوری اور جمہور فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کے نزدیک چاروں ارکان کا استلام مسنون نہیں، بلکہ صرف رکن اسود اور رکنِ یمانی کا استلام مسنون ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل: قال حدثنا زهير بن معاوية قال ثنا ابو الزبير عن جابر بن عبدالله قال كنا نسلم الاركان كلها.

اِس حدیث میں چاروں ارکان کا استلام کرنا ثابت ہے، لہٰذا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ چاروں ارکان کا استلام کرنا مسنون ہے۔

مذہبِ ثانی کی دلیل: عن ابن شهاب عن سالم عن أبيه قال لم ار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح من البیت الا الرکنین الیمانین.
دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف رکنِ اسود اور رکنِ یمانی کا استلام فرمایا کرتے تھے اور رکنِ عراق اور رکنِ شامی کا استلام نہیں فرماتے تھے اور بھی بہت سی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رکنِ عراق اور رکنِ شامی کا استلام مشروع نہیں ہے۔

(ج): نظر طحاوی:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مختلف روایات اور تاریخ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ رکنین شامیین دراصل خانہ کعبہ کا رکن اور کونہ نہیں ہیں اور رکنین یمانین کا استلام صرف کونے ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے، اسی لیے تو ان دونوں کے رکن کے مابین کے حصّے میں استلام نہیں ہوتا، لہٰذا شامیین یہ کونے نہ ہونے میں رکنین یمانین کے درمیانی حصہ کے مانند ہو گئے، جس طرح یمانیین کے درمیانی حصہ میں اس کے کونے نہ ہونے کی وجہ سے استیلام نہیں ہے، اسی طرح رکنین شامیین میں بھی استیلام نہ ہوگا۔

سوال نمبر (۱۶)-ص/۴۲۱

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهْيًا عَامًّا عَنِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا وَنِصْفِ النَّهَارِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔
(ب): طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے قبل اور صلوٰتِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب سے قبل صلوٰۃِ طواف جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔
(ج): صلوٰۃ طواف واجب ہے یا سنت؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور اس کے غروب کے وقت اور نصف النہار کے وقت اور فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

(ب): طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے قبل اور صلوٰۃِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب سے قبل صلوٰۃِ طواف جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے قبل اور صلوٰۃِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب سے قبل صلوٰۃِ طواف جائز ہے یا نہیں، تو اس سلسلے میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے تین مذاہب بیان کیے ہیں۔

مذہبِ اوّل: حضرت امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عروہ بن زبیر، طاؤس بن کیسان، قاسم بن محمد رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک صلوٰۃِ طواف بلا کراہت جائز ہے۔

مذہبِ ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، سعید بن زبیر، حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک نیز حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک صلوٰۃِ طواف مکروہِ تحریمی ہے، لہٰذا اگر ان اوقات میں طواف کیا جائے تو نماز کو وقتِ مباح تک مؤخر کر دینا لازم ہوگا۔

مذہبِ ثالث: حضرت امام سفیان ثوری، عطاء بن ابی رباح، مجاہد بن جبر، ابراہیم نخعی، امام طحاوی رحمہم اللہ کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد آفتاب طلوع ہونے سے پہلے پہلے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور صلوٰۃِ عصر کے بعد اصفرارِ شمس سے پہلے پہلے صلوٰۃِ طواف جائز ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل: عن جبير بن مُطعم رفعه أنه قال يابني عبدالمطلب لاتمنعوا أحداً يطوف بهذا البيت ويصلي أي ساعة شاء من ليل أونهار.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوعبدمناف یا بنوعبدالمطلب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر تم مسجد حرام کے ذمہ دار بنو گے تو کسی کو بیت اللہ کے طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے کسی وقت بھی منع نہ کرنا، چاہے رات میں ہو یا دن میں، یہ روایت بالکل مطلق ہے اس میں بعد العصر اور بعد الفجر کا وقت بھی شامل ہے، لہٰذا ان اوقات میں صلوٰۃِ طواف ممنوع نہ ہوگی۔

مذہبِ ثانی کی دلیل: مذکورہ حدیث ہے۔ دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ اوقات میں نماز پڑھنے سے عمومی طور پر ممانعت فرمائی ہے اور اس مضمون کی روایات تواتر کے ساتھ مروی ہیں، لہٰذا ان اوقات میں صلوٰۃِ طواف مشروع نہ ہوگی۔

مذہبِ ثالث کی دلیل: حدثنا أحمد بن داؤد قال ثنا يعقوب بن حميد قال ثنا هُشيم عن مغيرة عن ابراهيم قال طف وصل ماكنت في وقت فإذا ذهب الوقت فامسك.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عطاء، مجاہد، ابراہیم نخعی رحمہم اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب وقت کامل میں طواف کیا جائے تو اسی وقت نماز پڑھ لی جائے، اور جب وقت ناقص یا وقت محرم میں طواف کیا جائے تو نماز وقت ناقص اور وقت محرم گزر جانے تک موقوف رکھے، اس کے بعد صلوٰۃِ طواف ادا کی جائے اور عصر کے بعد اصفرار اور سورج میں تغیر پیدا ہونے سے پہلے پہلے تک وقت کامل ہے اور تغیر آنے سے وقت ناقص شروع ہوجاتا ہے اور وقت محرم طلوعِ آفتاب اور نصف النہار اور غروبِ آفتاب کا وقت ہے ان کے علاوہ باقی تمام اوقات میں صلوٰۃِ طواف جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): صلوٰۃ طواف واجب ہے یا سنت؟

صلوٰۃِ طواف واجب ہے یا سنت؟ اس بارے میں دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل: حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے قولِ مشہور کے مطابق صلوٰۃِ طواف سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔

مذہبِ ثانی: حضرات حنفیہ ار قاسم بن محمد رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک صلوٰۃِ طواف واجب ہے نیز امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول وجوب کا بھی ہے۔

سوال نمبر (۱۷)۔ص/۴۲۵

وَخَالَفَهُمْ فِيْ ذَالِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا لَيْسَ لِأَحِدٍ دَخَلَ فِيْ حَجَّةٍ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهَا إِلَّا بِتَمَامِهَا وَلَايُحِلُّهُ مِنْهَا شَيْءٌ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ مِنْ طَوَافٍ وَلَاغَيْرِهٖ وَقَالُوْا أَمَّامَاذَكَرْتُمُوْهُ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ فَهٰذَا فِي الْبُدْنِ لَيْسَ فِي الْحَاجِّ وَمَعْنَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ هٰهُنَا هُوَ الْحَرَمُ كُلُّهُ كَمَا فِي الْآيَةِ الْأُخْرٰى حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهُ فَالْحَرَمُ هُوَ مَحِلُّ الْهَدْىِ لِأَنَّهُ يُنْحَرُ فِيْهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذکورہ عبارت میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے، آپ سوال و جواب دونوں کو تحریر کریں۔

(ج): اس سلسلے میں نظر طحاوی بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں نے اس سلسلے میں ان کی مخالفت کی ہے، پس ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لوگوں نے کہا ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد اس کو توڑ دے، مگر یہ کہ اس کو پورا کرے اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کوئی چیز یوم النحر سے پہلے طواف میں سے اور نہ اس کے علاوہ میں سے، اور ان لوگوں نے کہا بہرحال وہ جس کو ذکر کیا گیا اللہ تعالیٰ کے قول میں سے "ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" پس یہ بدنہ کے بارے میں ہے نہ کہ حج کے بارے میں اور بیتِ عتیق کا معنیٰ یہاں وہ پورا حرم ہے جیسا کہ دوسری آیت میں اس کی وضاحت ہے "حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ" پس حرم تو وہ محل ہدی اس لیے کہ اس میں نحر کیا جاتا ہے۔

(ب): مذکورہ عبارت میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے، آپ سوال و جواب دونوں کو تحریر کریں:

سوال و جواب سے پہلے یہ جان لیں کہ اختلاف کس سلسلے میں ہے؟ اختلاف یہ ہے کہ اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور اس نے اپنے ساتھ سیاقت ہدی بھی نہیں کی ہے تو اس کے لیے درمیان میں حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کی نیت کر لینا اور ارکانِ عمرہ کر کے احرام کھول دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں دو مذہب ہیں:

پہلا مذہب: امام احمد بن حنبل، داؤد ظاہری اور اصحابِ ظواہر کا ہے، ان کے نزدیک جائز ہے۔

دوسرا مذہب: ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

سوال: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں آیاتِ کریمہ "ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" ہے، لہٰذا مکۃ المکرمہ پہونچنے کے بعد طواف کر کے احرام کھول دینا جائز ہے، چاہے وقوفِ عرفہ سے پہلے ہو یا بعد میں۔

ان تمام کا ماحصل یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جن لوگوں نے حج کا احرام باندھ لیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھا اور ہدی کے جانور بھی ساتھ نہیں لائے تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکانِ عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینے کی اجازت دیدی تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں اشہر الحج میں عمرہ کرنیکو افجر الفجور سمجھا جاتا تھا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشہر الحج میں حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کرنے کی اجازت دیدی، جس سے بعض صحابہ کو تردد بھی ہوا؛ چنانچہ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ عمل اسی سال کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہمیشہ کیلیے ہے، لہٰذا ان روایات سے فسخ الحج الی العمرہ کا جواز صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

جواب: جواب کو دو حصوں میں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) آیاتِ کریمہ میں "مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" (الآیة) کا جواب۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ آیتِ کریمہ میں "مَحِلُّهَا" کی "ھا" ضمیر کا مرجع ہدی کا جانور اور بدنہ ہے اور "البیت التعیق" سے پورا حدودِ حرم مراد ہے، اور اس کی تائید دوسری آیتِ کریمہ "حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ" (الآیة) سے ہوتی ہے، لہٰذا حدودِ حرم مکمل ذبح ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ بدنہ کا محل ذبح پورا حرم ہے اور حاجی کا محل حلال یوم النحر ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حاجی کا محل حلال حدودِ حرم اور بیت اللہ ہے، لہٰذا آیتِ کریمہ سے استدلال درست نہ ہوگا۔

جواب کا دوسرا جز: (۱) وما احتجوا به من الآثار الخ. سے ان کی پیش کردہ تمام روایات کا جواب دیا جا رہا ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان تمام روایات میں فسخ الحج کا حکم صرف حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کے ساتھ خاص تھا، باقی کسی کے لیے جائز نہیں ہے، اس کی تائید متواتر روایات سے ہوتی ہے، ان میں سے سولہ روایات کو چھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) صحابی: حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت دو سندوں کے ساتھ۔

ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا تا کہ حج کو فسخ کرنے کا حکم ہمارے ساتھ خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ تو حضور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف تمہارے لیے خاص ہے۔

(۲) صحابی: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایات سات سندوں کے ساتھ۔ ان کی روایت کا حاصل بھی یہی ہے کہ فسخ الحج کا حکم صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص تھا باقی کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۳) صحابی: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت دو سندوں کے ساتھ۔ ان کی روایت کا حاصل بھی وہی ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت کا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح کی روایات منقول ہیں۔

(ج): اس سلسلے میں نظر طحاوی:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کے طواف اور سعی کرلی تو یہ شخص عمرہ سے فارغ ہوگیا، وہ حلق کر کے حلال ہو جائے گا؛ لیکن اگر وہ شخص حج کے لیے سوق ہدی کرے تو عمرہ کے طواف وسعی کرنے کے بعد بھی وہ حلال نہیں ہوسکتا، بلکہ یوم نحر تک اس کو اپنے احرام پر باقی رہنا پڑتا ہے، حالانکہ اس نے اب تک حج کا کام شروع نہیں کیا، بلکہ صرف حج کے لیے سوقِ ہدی کی، تو یوم نحر کے پہلے بذریعہ طواف حلال ہونے سے جب سوق ہدی ہی مانع بن رہا ہے جو کہ حج کا محض سبب ہے تو حج کے افعال کا شروع کر دینا بطریقِ اولیٰ اس سے مانع بنے گا؛ کیونکہ جب حج کا سبب ہی اس کا مانع ہے تو نفس حج کا شروع کر دینا کیوں مانع نہ ہو؟

سوال نمبر (۱۸)-ص ر ۴۲۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لَهُمَا طَوَافٌ وَاحِدٌ وَسَعْيٌ وَاحِدٌ ثُمَّ لَايُحِلُّ حَتّٰى يُحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): قارن کے لیے مفرد بالحج کی طرح ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے یا دو طواف اور دو سعی لازم ہیں؟ اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل پیش کریں اور فریقِ ثانی نے ان کی دلیل کا کیا جواب دیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حج اور عمرہ دونوں کو ایک ساتھ جمع کیا تو اس کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے پھر حلال نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس سے حلال ہو جائے پورے طور پر۔

(ب): قارن کے لیے مفرد بالحج کی طرح ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے یا دو طواف اور دو سعی لازم ہیں؟ اختلافِ ائمہ:

مذہب اوّل: امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، سعید بن جبیر، سالم بن عبداللہ، طاؤس بن کیسان، داؤد ظاہری رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک قارن کے لیے مفرد بالحج کی طرح ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔ دو طواف اور دو سعی لازم نہیں ہیں۔

مذہب ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، عامر شعبی، امام اوزاعی، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، جابر بن زید، ابراہیم نخعی، حسن بن حی، حماد بن سلمہ، حماد بن ابی سلیمان، کلیم بن عتیبہ، زیاد بن مالک، حضرت عمر، حضرت علی،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نزدیک قارن پر دو طواف اور دو سعی لازم ہیں، ایک طواف۔ اور ایک سعی کافی نہیں۔

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل پیش کریں اور فریقِ ثانی نے ان کی دلیل کا کیا جواب دیا ہے؟

فریقِ اوّل کی دلیل: ان حضرات کی دلیل مذکورہ حدیث ہے۔ دلیل کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھ لے تو اس کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے، پھر یوم النحر سے قبل احرام نہیں کھولے گا۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قارن پر صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے، لہٰذا دو طواف اور دو سعی لازم نہیں ہیں۔

مذہبِ اوّل کی دلیل کا جواب: جواب یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں دو طرح کی خرابی موجود ہے:

(۱) عبدالعزیز بن محمد دراوردی جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں ان کی تمام روایات محدثین کے یہاں مردود اور منکر ہیں، جن کو وہ عبیداللہ بن عمر عمری سے نقل کرتے ہیں اور یہ روایت بھی انہیں میں سے ہے اس لیے یہ روایت کسی کے نزدیک حجت نہیں بن سکے گی۔

(۲) دوسری خرابی یہ ہے کہ دراوردی کثیر الخطاء ہیں، ان کی عادت یہ تھی کہ زبانی حدیث بیان کیا کرتے تھے، اور مستقل اس میں غلطی ہوتی رہتی تھی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت درحقیقت مرفوع نہیں ہے، بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے، جیسا کہ حفاظِ حدیث نے اس کو موقوف نقل فرمایا ہے، تو معلوم ہوا کہ دراوردی نے اس حدیث کو اپنی طرف سے بڑھا کر مرفوع بیان کیا ہے، جو ان کی طرف سے خطاء اور غلطی پر محمول ہے اور حفاظِ حدیث اس روایت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھ لیتے تو دونوں کے لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک طواف فرماتے اور جب دونوں کا احرام الگ الگ باندھتے تو ہر ایک کے لیے الگ الگ دو طواف کیا کرتے تھے، لہٰذا معلوم ہوا کہ دراوردی کی روایت خطاء پر محمول ہے، اس سے استدلال کسی طرح درست نہ ہوگا۔

سوال نمبر (۱۹)-ص/۴۳۲

وَاحْتَجُّوا فِي ذَالِکَ بِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ وَقَالُوْا ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ كَمَاذَكَرَ عَرَفَاتٍ وَذَكَرَ ذَالِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُنَّتِهٖ فَحُكْمُهَا وَاحِدٌ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): کیا وقوفِ مزدلفہ مناسکِ حج میں سے فرض ہے یا رکن ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل کا فریقِ ثانی نے کیا جواب دیا ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور ان لوگوں نے اس سلسلے میں اللہ عزوجل کے قول سے دلیل پکڑی ہے "اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر ارشاد فرمایا کہ جب تم عرفات سے روانہ ہو جاؤ تو مشعرِ حرام یعنی مزدلفہ میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو، ان لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مشعرِ حرام کو اس طرح ذکر کیا ہے جس طرح عرفات کو ذکر فرمایا ہے اور ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ذکر فرمایا ہے، لہٰذا عرفات اور مزدلفہ کا حکم یکساں ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): کیا وقوفِ مزدلفہ مناسکِ حج میں سے فرض ہے یا رکن ہے؟

وقوفِ مزدلفہ فرض ہے یا رکن؟ کچھ فرق کے ساتھ اس سلسلے میں تین مذاہب ذکر کئے گئے ہیں۔

مذہبِ اوّل: حضرت امام حسن بصری، عامر شعبی، علقمہ ابن مرثد، امام ابراہیم نخعی، حماد بن ابی سلیمان، ابن خزیمہ رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ مناسکِ حج میں سے فرض اور رکن ہے۔

مذہبِ ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد ابن حنبل، سفیان ثوری، قتادہ، مجاہد ابن جبر، ابوثور، اسحاق بن راہویہ اور جمہور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ رکن اور فرض نہیں ہے، بلکہ واجب یا سنت مؤکدہ ہے۔

مذہبِ ثالث: حضرت امام عطاء بن ابی رباح، امام عبدالرحمٰن اوزاعی رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ نہ فرض ہے اور نہ ہی واج بلکہ سنت مؤکدہ ہے، اس کے فوت ہوجانے سے دم واجب نہیں ہوگا۔

مذہبِ اوّل کی دلیل: ان حضرات کی دلیل اس باب کے شروع کی حدیث ہے اور مذکورہ عبارت بھی ان کی دلیل ہے۔ دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! جب تم عرفات سے کوچ کرلو تو مزدلفہ میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلیا کرو، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مشعرِ حرام کو اس طرح ذکر فرمایا جس طرح عرفات کو ذکر فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مزدلفہ میں ٹھہرنے کو اس طرح ذکر فرمایا جس طرح عرفات میں ٹھہرنے کو ذکر فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح ذکر فرمایا، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ عرفات اور مزدلفہ دونوں کا حکم برابر ہے، تو جب وقوفِ عرفہ فرض ہے تو وقوفِ مزدلفہ بھی فرض ہوگا۔ اور جس طرح وقوفِ عرفات فوت ہوجانے سے حج فوت ہوجاتا ہے تو اسی طرح وقوفِ مزدلفہ فوت ہوجانے سے حج فوت ہوجائے گا۔

مذہبِ ثانی کی دلیل: عن عبدالرحمٰن بن یعمر الدیلی قال رأیت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واقفا بعرفات فاقبل اناس من أھل نجد فسألوہ عن الحج فقال الحج یوم عرفۃ ومن ادرک جمیعاً قبل صلوٰۃ الصبح فقد ادرک الحج أیام منی ثلثۃ أیام التشریق ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْہِ﴾ ثم اردن خلفہ رجلا ینادی بذالک.

دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ نجد کے کچھ لوگوں نے عرفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے ارکان کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”الحج یوم عرفۃ“ یعنی حج کا رکن اصلی یومِ عرفہ ہے اس کے فوت ہونے سے حج بھی فوت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد الگ سے فرمایا کہ جو فجر کی نماز سے قبل مزدلفہ پہنچ گیا اس نے حج کو پالیا۔ اور ایامِ منیٰ اور ایامِ تشریق کے تین دن ہیں لیکن ان میں سے آخری دن اختیاری ہے کہ جس کا دل چاہے اس دن منیٰ میں قیام کرے اور جس کا دل چاہے قیام نہ کرے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ نجد نے رکنِ حج کے متعلق سوال کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب ”الحج یوم عرفۃ“ کے الفاظ سے دیا، اور اس حدیث میں منیٰ اور مزدلفہ کے متعلق جو دیگر اُمور ہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ سے ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ان اُمور کی رکنیت اور فرضیت ثابت نہ ہوگی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطاء فرمائے ہیں، جو کسی کو حاصل نہیں ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہیں ہوتی ہے، لہٰذا اگر مزدلفہ کا حکم عرفات کی طرح ہوتا تو ایک جملہ میں عرفات کے ساتھ مزدلفہ کو بھی ذکر فرماتے اور مزدلفہ کو ایک ساتھ ذکر نہیں فرمایا، بلکہ خاص کر کے یومِ عرفہ کو ذکر فرمایا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وقوف عرفات صلب حج میں سے ہے، اور وقوفِ مزدلفہ صلبِ حج میں سے نہیں ہے۔

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل کا فریقِ ثانی نے کیا جواب دیا ہے؟

فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ تم نے جو مذکورہ آیت کریمہ پیش کی اس میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وقوفِ مزدلفہ کی فرضیت پر کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صرف ذکر کا حکم فرمایا ہے وقوف کا حکم نہیں فرمایا ہے، اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر مزدلفہ میں وقوف تو کرتا ہے مگر ذکر نہیں کرتا تو اس کا حج صحیح اور مکمل ہو جائے گا اور آیتِ کریمہ میں وقوف کا ذکر نہیں ہے، اور ذکر کا حکم موجود ہے تو جب ذکر جس کا حکم آیتِ کریمہ میں موجود ہے وہ فرض نہیں ہے تو وقوف جس کا ذکر آیتِ کریمہ میں نہیں ہے وہ بطریقِ اولیٰ فرض نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۲۰)-ص/۴۳۴-۴۳۵

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلْفَةِ جَمِيْعًا وَلَمْ يُنَادِ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا إِلَّا بِالْإِقَامَةِ.

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذکورہ عبارت کس باب سے ہے؟ باب متعین کر کے اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں غیر مسافر امام کے لیے قصر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں نمازوں (مغرب وعشاء) کو ایک ساتھ جمع فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کے لیے (الگ الگ) اذان نہیں دی گئی مگر ایک اقامت کے ساتھ۔

حضرت ابی ایوب انصاری اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک ہی اقامت کے ساتھ پڑھا۔

(ب): مذکورہ عبارت کس باب سے ہے؟

مذکورہ عبارت "باب الجمع بن الصلوتين بجميع كيف هو" کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

اختلافِ ائمہ:

مذہبِ اوّل: حضرت امام مالک، عبدالرحمٰن بن یزید، اسود بن یزید رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنے میں دو اذان اور دو اقامت لازم ہیں، اوّلاً مغرب کی اذان و اقامت کے ساتھ مغرب اداء کی جائے گی، اس کے بعد پھر عشاء کی اذان و اقامت کے ساتھ عشاء اداء کی جائے گی۔

مذہبِ ثانی: امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن، امام سعید بن جبیر، امام سفیان ثوری رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک صرف ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ دونوں نمازیں ادا کی جائیں گی۔ پہلے مغرب پڑھی جائے گی، پھر اس کے بعد بلا اذان و اقامت کے عشاء پڑھی جائے گی۔

مذہبِ ثالث: حضرت امام زفر، حضرت امام طحاوی، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کرنے کا حکم ہے، پہلے ایک اذان اور ایک اقامت سے مغرب کی نماز اداء کی جائے گی، پھر اس کے بعد ایک اقامت سے عشاء کی نماز ادا کی جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ اوّل کی دلیل: عن إبراهيم عن الأسود أنه صلّى مع عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه صلاتين مرتين بجميع كل صلوٰة باذان واقامة والعشاء بينهما.

دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل یہی رہا ہے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء میں ہر ایک کو الگ الگ اذان واقامت کے ساتھ اداء فرمایا کرتے تھے اور حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ایک اُذان اور ایک اقامت سے مغرب کی نماز اداء کرنے کے بعد پھر کھانا تناول فرمالیتے پھر دوبارہ اذان واقامت سے عشاء کی نماز اداء فرمایا کرتے تھے۔

فریقِ ثانی کی دلیل: مذکورہ دونوں حدیث ہے۔ دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح عمل فرمایا کرتے تھے۔

اس مضمون کی روایت کو حضرت مصنف رحمہ اللہ نے تین سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ اب اس روایت میں دو احتمال ہیں: (۱) اقامت سے ہر نماز کے لیے الگ الگ اقامت مراد ہے۔ (۲) اقامت سے دونوں نمازوں کے لیے ایک ہی اقامت مراد ہے۔ اور جب دو احتمال ہو گئے تو دونوں احتمالوں میں سے اس کو اختیار کرنا مناسب ہوگا جو ماقبل میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رویت کے موافق ہو، اور ماقبل کی روایت میں ایک اقامت کا ذکر ہے، تو یہاں بھی ایک اقامت مراد ہوگی۔ اور ”لم يناد في واحدةٍ منهـا“ کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے الگ الگ اذان نہیں دی گئی ہے، بلکہ صرف ایک اذان دی گئی ہے، جیساہ ماقبل میں ذکر ہوا ہے ”لم يناد بينهما“ یعنی دونوں کے درمیان اذان نہیں دی گئی، بلکہ شروع میں ایک اذان دی گئی۔

فریقِ ثانی کی دوسری دلیل: دوسری دلیل بھی مذکورہ عبارت میں ذکر کی گئی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کو ایک ساتھ اداء کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اقامت ایک ہی ہوتی تھی۔ اور اذان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ منتشر لوگوں کو جمع کرنے کے لیے شروع میں ایک اذان تو ہوتی ہی ہے، لہٰذا ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع کرنا مسنون ہوگا۔

فریقِ ثالث کی دلیل: ان کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمایا ہے اور اس مضمون کی روایت کو مصنف رحمہ اللہ نے دو صحابیوں سے دو سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

صحابی (۱): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ایک سند کے ساتھ۔ ان کی روایت میں صاف الفاظ میں ایک اذان اور دو اقامت کا ذکر ہے اور سب کا اتفاق اِس بات پر ہے کہ عرفات میں اوّل نماز کے لیے اذان و اقامت دونوں کہی جاتی ہیں، لہٰذا مزدلفہ میں بھی اوّل نماز (مغرب) کے لیے اذان و اقامت دونوں کہی جائیں گی، اب دو اقامت میں سے ایک رہ جاتی ہے جو عشاء کے لیے بچ جاتی ہے، تو حاصل یہ ہوگا کہ مغرب کے لیے اذان و اقامت دونوں کہی جائیں گی، اور عشاء کے لیے صرف اقامت کہی جائے گی۔

صحابی (۲): حضرت اُسامہ بن زید کی روایت ایک سند کے ساتھ۔ ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔

(ج): منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں غیر مسافر امام کے لیے قصر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

غیر مسافر امام کے لیے منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں رباعی نمازوں کا قصر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں دو مذہب ہیں:

پہلا مذہب: حضرت امام مالک، امام اوزاعی، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ رحمہم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک غیر مسافر امام کے لیے بھی منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں رباعی نماز کا قصر کرنا جائز، یہاں تک کہ اہلِ مکہ، اہلِ منیٰ، اہلِ مزدلفہ، اہلِ عرفات کے لیے قصر کرنا جائز ہے، اس لیے کہ ان ایام میں ان نمازوں کا قصر علتِ سفر کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ علتِ نسک کی وجہ سے ہے۔

مذہبِ دوم: حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری، امام عطاء بن ابی رباح، امام مجاہد بن جبر، امام ابن شہاب زہری، امام ابن جریج اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک غیر مسافر امام کے لیے مذکورہ مقامات (منیٰ، عرفات، مزدلفہ) میں رباعی نمازوں کا قصر کرنا جائز نہیں، بلکہ اس پر اتمام لازم ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر قصر فرمایا ہے، وہ اس لیے تھا کہ آپ دورانِ حج مسافر تھے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے طرق سے مروی ہے۔

سوال نمبر (۲۱)-ص/۴۳۶

وَخَالَفَهُمْ فِيْ ذَالِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا لَايَنْبَغِيْ لَهُمْ اَنْ يَرْمُوْهَا حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنْ رَمُوْهَا قَبْلَ ذَالِكَ اَجْزَأَتْهُمْ وَقَدْاَسَاءُوْا وَقَالُوْا لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ مَوْلَاهُ اَنَّهُمْ رَمَوُا الْجَمْرَةَ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ بِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُمْ بِذَالِكَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): ضعفاء کے لیے جمرۂ عقبہ کی رمی طلوعِ فجر سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں نے اس سلسلے میں ان کی مخالفت کی ہے، پس ان لوگوں نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے، ان لوگوں کے لیے یہ کہ جمرۂ عقبہ کی رمی کریں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، پس اگر ان لوگوں نے جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی سورج طلوع ہونے سے پہلے تو کراہت کے ساتھ جائز ہو جائے گی، اور ان لوگوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شعبہ کی حدیث میں اپنے آزاد کردہ غلام سے کہا کہ طلوعِ فجر کے وقت جوان لوگوں نے رمی کی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کی تھی یا اپنی رائے سے کی تھی؟

(ب): ضعفاء کے لیے جمرۂ عقبہ کی رمی طلوع فجر سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

ضعفاء کے لیے جمرۂ عقبہ کی رمی طلوعِ فجر سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دو مذہب ہیں:

مذہبِ اوّل:

حضرت امام شافعی، عطاء بن ابی رباح، عامر شعبی، طاؤس بن کیسان، سعید بن جبیر مجاہد بن جبر رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک طلوعِ شمس سے پہلے ضعفاء کے لیے جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا جائز ہے۔

مذہبِ ثانی:

حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام احمد بن حنبل، امام مالک، سفیان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ثوری، اسحاق بن ابراہیم رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک طلوعِ فجر کے قبل معذورین کے لیے بھی جمرۂ عقبہ کی رمی جائز نہیں، اگر یہ لوگ کریں گے تو ان پر اعادہ لازم ہوگا اور طلوعِ فجر کے بعد کرنا مع الکراہت جائز ہے، مگر اعادہ لازم نہ ہوگا ار طلوعِ شمس کے بعد ہی جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا معذورین کے لیے مسنون ہے، اس سے قبل مکروہ ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل:

عن شعبة مولى ابن عباس عن ابن عباسؓ قال كنت فيمن بعث به النبي صلى الله عليه وسلم يوم النحر فرمينا الجمرة مع الفجر. عن عطاء قال أخبرني ابن عباسؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للعباسؓ لليلة المزدلفة اذهب بضعفائنا ونسائنا فليصلوا الصبح بمنى وليرموا جمرة العقبة قبل ان يصيبهم دفعة للناس قال فكان عطاء يفعله بعد ماكبر وضعف.

دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے رات کے وقت کمزور، معذور بچوں اور عورتوں کو منیٰ روانہ فرمادیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بھی بچوں میں سے تھا اور ہم نے طلوعِ فجر کے ساتھ رمی کی ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عورتوں اور کمزوروں کو لے کر منیٰ روانہ ہونے اور فجر کی نماز منیٰ پہنچ کر ادا کرنے کا حکم فرمایا اور لوگوں کا ہجوم وہاں پہنچنے سے پہلے رمی کر کے فارغ ہوجائیں۔ ان دونوں روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ طلوعِ شمس سے پہلے معذورین کا جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا جائز ہے۔

مذہبِ ثانی کی دلیل:

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لبني هاشم يابني اخي تعجلوا قبل زحام الناس ولاترموا الجمرة حتى تطلع الشمس. عن ابن عباسؓ قال افضنا من جمع فلما ان صرنا بمعنى قال رسول الله

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلى الله عليه وسلم لاترموا جمرة العقبة حتى تطلع الشمس.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی وہ روایت جن میں اس کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور سامان کو اوّل فجر میں منتقل کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ جمرۂ عقبہ کی رمی اس وقت تک نہ کرنا جب تک کہ صبح نہ ہو جائے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت جس میں صراحت کے ساتھ یہ ذکر ہے کہ جمرۂ عقبہ کی رمی طلوعِ شمس سے پہلے ہرگز نہ کریں، اور اس مضمون کی روایات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پانچ سندوں کے ساتھ مروی ہیں، اور ہر ایک میں اس کی صراحت ہے کہ معذرین جو منیٰ پہلے پہنچ رہے ہیں وہ جمرۂ عقبہ کی رمی طلوعِ شمس سے قبل نہ کریں۔ اب دوسری قسم کی روایت کی وضاحت ہوگئی کہ پہلی قسم کی روایت میں صباح سے مراد طلوعِ شمس ہے، طلوعِ فجر مراد نہیں۔

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب:

جواب کا حاصل یہ ہے کہ شعبہ کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام سے یہ بیان نہیں فرمایا کہ طلوعِ فجر کے وقت جو ان لوگوں نے رمی کی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کی تھی، یا اپنی رائے سے کی تھی، اس میں احتمال موجود ہے کہ ان لوگوں نے اسکو رمی کا وقت سمجھ کر رمی کی تھی، حالانکہ وہ رمی کا وقت نہیں تھا۔

اور عطاء ابن ابی رباح کے طرق سے جو روایت مروی ہے اس میں رمی کے وقت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ جمرۂ عقبہ کی رمی کا وقت کیا ہے، طلوعِ شمس کے بعد ہے یا قبل، اس کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صریح روایت موجود ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طلوعِ شمس سے قبل صراحت سے رمی کی ممانعت موجود ہے۔ اس لیے فصل اوّل کی روایت جمرۂ عقبہ کی رمی کے وقت سے متعلق متدل نہیں بن سکتی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۲۲)-ص ر ۴۳۷

وَخَالَفَهُمْ فِي ذَالِكَ آخَرُونَ فَقَالُوا لَايَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَرْمِيَهَا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَمَنْ رَمَاهَا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فَهُوَ فِي حُكْمِ مَنْ لَمْ يَرْمِ عَلَيْهِ أَنْ يُعِدَّ الرَّمْيَ فِي وَقْتِ الرَّمْيِ فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ كَانَ عَلَيْهِ لِذَالِكَ دَمٌ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): مذکورہ عبارت کس باب کے تحت ذکر کی گئی ہے؟ پھر اس کے اس سلسلے میں اختلاف ائمہ دلائل تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں نے اس سلسلے میں ان کی مخالفت کی ہے پس ان لوگوں نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے کسی کے لیے کہ وہ جمرۂ عقبہ کی رمی کرے طلوعِ فجر سے پہلے اور جس شخص نے جمرۂ عقبہ کی رمی طلوع فجر سے پہلے کی پس وہ اس شخص کے حکم میں ہے جس نے رمی نہیں کی، اور اس پر رمی کا اعادہ ضروری ہے، رمی کے وقت میں، پس اگر اسنے نہیں کیا تو اس پر اس کے بدلے دم ہے۔

(ب): مذکورہ عبارت کس باب کے تحت ذکر کی گئی ہے؟

مذکورہ عبارت "باب رمی جمرۃ العقبۃ لیلۃ النحر قبل طلوع الفجر" کے تحت ذکر کی گئی ہے۔

اختلاف ائمہ:

فریقِ اوّل: حضرت امام شافعی، امام عامر شعبی، مجاہد بن جبر، طاؤس بن کیسان،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک معذورین کے لیے طلوعِ فجر سے قبل رات ہی میں جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا جائز ہے۔

فریقِ ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری، امام ابوثور رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک طلوعِ فجر سے قبل جمرۂ عقبہ کی رمی معذورین کے لیے طلوعِ فجر سے قبل رات میں کرنا جائز نہیں ہے، اگر کریں گے تو اعادہ لازم ہوگا، اور اگر سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کا اعادہ نہیں کریں گے تو دم واجب ہوجائے گا۔

فریقِ اوّل کی دلیل:

حماد بن سلمة عن هشام بن عروة ان يوم ام سلمة دار إلى يوم النحر فامرها رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة جمع ان تفيض فرمت جمرة العقبة وصلت الفجر بمكة.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ یوم النحر میں ازواجِ مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اری تھی، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ رات ہی میں مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہوجائیں اور جمرۂ عقبہ کی رمی کرکے فجر کی نماز مکہ مکرمہ میں پہنچ کر ادا کریں۔ اب اس روایت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جمرۂ عقبہ کی رمی رات ہی میں کی گئی ہے، اس لیے اگر طلوعِ فجر کے بعد رمی کرکے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوجائے تو مکہ مکرمہ پہنچ کر فجر کی نماز وقت کے اندر ادا کرنا ممکن نہیں؛ کیونکہ منیٰ اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً چھ میل کا فاصلہ ہے، اس لیے یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ طلوعِ فجر سے قبل ہی رمی کرلی ہوگی۔

فریقِ ثانی کی دلیل:

عن زينب بنت أبي سلمة عن أم سلمةؓ قالت امرها رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم النحر ان توافى معه صلوٰة الصبح بمكة ففي هذا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الحديث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امرها بماامرها به من هذا يوم النحر فذٰلك على صلوٰة الصبح في اليوم الذي بعد يوم النحر.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو پیش کی گئی ہے اس کا مدار الاسناد ہشام بن عروہ ہیں اور ہشام بن عروہ سے اس روایت کو ان کے دو شاگردوں نے نقل کیا ہے:

(۱) حماد بن سلمہ رحمہ اللہ ہیں، ان کی روایت فصل اوّل میں پیش کی گئی ہے، جس میں حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکہ مکرمہ پہنچ کر فجر کی نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

(۲) محمد بن حازم ہیں، ان کی روایت فصل ثانی میں ذکر کی گئی ہے۔ اور ان کی روایت میں اس کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو یوم النحر میں اپنے ساتھ صبح کی نماز مکہ مکرمہ پہنچ کر ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ خود ہشام بن عروہ کی دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے، لہٰذا اب ہشام بن عروہ کی روایت غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کی روایت کا کیا مطلب ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے کے قریب روانہ ہونا اور سورج بلند ہونے کے بعد جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچنا اور خوب دھوپ ہونے کے بعد زوال سے قبل رمی کرنا متعین ہے۔ اور ہشام بن عروہ کے شاگرد محمد بن حازم کی روایت میں رمی کا ذکر ہے کہ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یوم النحر کی صبح کی نماز مکہ مکرمہ میں پہنچ کر ادا فرمائی تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ جبکہ یوم النحر کی صبح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزدلفہ میں پڑھنا متعین ہے، لہٰذا تطبیق کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم فرمایا تھا: "ان تصلى صلوٰة الصبح معنا بعد يوم النحر بمكة". یعنی یوم النحر کے بعد والے دن صبح کی نماز مکہ مکرمہ پہنچ کر ہمارے ساتھ ادا کرنا تو ایسی صورت میں تعارض باقی نہیں رہے گا۔ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے فریقِ اوّل کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): نظرِ طحاوی:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوم النحر کے بعد والے دن یعنی گیارہویں تاریخ کی رمی کے بارے میں سب کا اجماع ہے کہ رمی رات میں صحیح نہیں ہوگی، اگر کسی نے گیارہویں تاریخ کی یہ رمی دن کے بجائے اس کی رات ہی میں کرلی تو یہ ادا نہیں ہوگی، بلکہ دن میں اس کا اعادہ ضروری ہوگا، لہٰذا نظر کا تقاضا یہ ہے کہ گیارہویں تاریخ کے مانند دسویں تاریخ (یوم نحر) کی رمی بھی رات میں ادا نہ ہو، بلکہ طلوعِ فجر کے بعد اس کو ادا کیا جائے، البتہ دن کے اوقات میں تفصیل ہے جیسا کہ گیارہویں تاریخ کے دن کے اوقات میں تفصیل ہے؛ لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ رات میں ادا نہ ہوگی بلکہ دن ہی میں اس کو ادا کرنا ہوگا۔

سوال (۲۳)-ص/۴۳۹

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (اَلرَّاعِيُ يَرْعٰى بِالنَّهَارِ وَيَرْمِيْ بِاللَّيْلِ). قَالَ أَبُوْجَعْفَرٍ: فَذَهَبَ أَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِلٰى أَنَّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ دَلَالَةً عَلٰى أَنَّ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَقْتٌ وَاحِدٌ لِلرَّمْيِ فَقَالَ (إِنْ تَرَكَ رَجُلٌ رَمْيَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ، ثُمَّ رَمَاهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِيْ بَعْدَهُ، فَلَاشَيْءَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَرْمِهَا، حَتّٰى أَصْبَحَ مِنْ غَدِهٖ، رَمَاهَا، وَعَلَيْهِ دَمٌ لِتَأْخِيْرِهٖ إِيَّاهَا إِلٰى خُرُوْجِ وَقْتِهَا، وَهُوَ طُلُوْعُ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِئِذٍ) وَخَالَفَهُ فِيْ ذٰلِكَ أَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فَقَالَا: إِذَاذَكَرَهَا فِيْ شَيْءٍ مِنْ أَيَّامِ الرَّمْيِ، رَمَاهَا وَلَاشَيْءَ عَلَيْهِ غَيْرُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذٰلِکَ مِنْ دَمٍ وَلَا غَيْرِهِ، وَإِنْ لَمْ يَذْكُرْهَا حَتّٰى مَضَتْ أَيَّامُ الرَّمْيِ فَذَكَرَهَا، وَلَمْ يَرْمِهَا كَانَ عَلَيْهِ فِي تَرْكِهَا دَمٌ وَاحْتَجَّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي ذٰلِكَ عَلٰى أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

(الف): مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اگر کوئی شخص سورج غروب ہوجانے کے بعد رمی کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چرواہے دن کو اونٹ چرائیں اور رات کو رمی کریں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلالت میسر آرہی ہے کہ دن اور رات یہ رمی کا وقت ہے۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص جمرہ عقبہ کی رمی یوم نحر کو ترک کردے پھر اس نے گیارہ کی رات کو رمی کرلی تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں اور اگر اس نے رات کو رمی نہ کی یہاں تک کہ گیارہ کی صبح ہوگئی تو اس پر ایک قربانی لازم ہوگی؛ کیونکہ اس نے خروج وقت تک اس کو مؤخر کردیا اور وہ گیارہ تاریخ کی طلوعِ فجر ہے۔ امام ابویوسف ومحمد رحمہما اللہ نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ جب اسے یہ رمی ایام رمی میں س کسی دن میں یاد آگئی اور اس نے کنکریاں مارلیں تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی، بعد میں یاد آئی تو اب کنکریاں نہ مارے اس پر رمی کے ترک کی وجہ سے دم کفارہ لازم ہے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف اس روایت کو دلیل بنایا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): اگر کوئی شخص سورج غروب ہو جانے کے بعد رمی کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

اِس سلسلے میں تین مذاہب نقل کیے گئے ہیں:

مذہبِ اوّل:

حضرت امام مالک، امام سفیان ثوری رحمہما اللہ وغیرہ کے نزدیک اگر یوم النحر میں دن، دن کے اندر جمرۂ عقبہ کی رمی نہیں کی ہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اس کے بعد رمی کرتا ہے تو تاخیر کی وجہ سے کراہت کے ساتھ ساتھ ایک دم بھی واجب ہو جائے گا۔

مذہبِ ثانی:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، ان کے نزدیک سورج غروب ہو جانے کے بعد مکروہ تو ہے؛ لیکن اگر یوم ثانی کی صبح صادق سے پہلے پہلے رمی کر لیتا ہے تو دم واجب نہیں، اور اگر صبح صادق ہو جانے کے بعد رمی کرتا ہے تو تاخیر کی وجہ سے کراہت کے ساتھ ساتھ دم بھی واجب ہوگا۔ اور یہ سلسلہ یوم ثالث کے غروب تک رہے گا۔ اس کے بعد رمی جائز نہ ہوگی۔ بلکہ صرف دم لازم رہیگا۔

مذہبِ ثالث:

حضرت امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن ابراہیم اور امام طحاوی رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک یومِ ثانی کی صبح صادق کے بعد رمی کرنے سے کراہت تو ہے مگر کوئی دم یا جرمانہ واجب نہیں ہے۔ اور عدمِ وجوبِ دم کا سلسلہ یوم الثالث کے غروب تک رہے گا۔ اور یوم ثالث کے غروب کے بعد رمی جائز نہ ہوگی۔ اور فوتِ رمی اور فوتِ واجب کی وجہ سے ایک دم واجب ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ اوّل کی دلیل:

ان کی دلیل باب کے شروع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانور چرانے والے دن میں چراگاہ چلے جائیں اور رات میں آکر رمی کریں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ دن اور رات مل کر رمی کے لیے وقتِ واحد ہے۔ مگر اس کے اجزاء میں تفاوت ہے۔ چنانچہ دن و رات کے تین حصّے ہوں گے: (۱) وقت مستحب: یعنی طلوعِ شمس سے زوال تک۔ (۲) وقتِ مباح: یعنی زوال کے بعد سے غروب تک۔ (۳) وقتِ مکروہ: یعنی غروب کے بعد سے صبح صادق تک اور صبح صادق کے بعد سے وقتِ قضاء شروع ہوجاتا ہے، لہٰذا صبح صادق کے بعد سے رمی کے ساتھ دم بھی واجب ہوجائے گا۔ اس لیے کہ رمی اپنے اصل وقت سے نکل چکی ہے۔ اور یہ دلیل امام مالک رحمہ اللہ پر تردید کے لیے بھی کافی ہے۔ اور یہ دلیل صرف امام ابوحنیفہ کی طرف سے قائم کی گئی ہے۔

مذہبِ ثانی کی دلیل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عاصم بن عدی رضی الہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہوں کے لیے اس کی اجازت دی تھی کہ وہ لوگ، یوم النحر کی صبح کو رمی کر کے چراگاہ چلے جائیں اور یومِ ثانی میں رمی کے لیے نہ آئیں، بلکہ یومِ ثالث میں آکر یومِ ثانی ار یومِ ثالث دونوں کی رمی یکبارگی کریں۔ اب اس حدیث شریف پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ چرواہوں نے یومِ ثانی کی رمی یومِ ثالث میں کی ہے۔ اور یہ موجب دم نہیں ہے، لہٰذا جس طرح یومِ ثانی کی رمی یومِ ثالث میں کرنے سے دم واجب نہیں ہوتا ہے، اسی طرح یوم النحر کی رمی بھی یومِ ثانی یا یومِ ثالث میں کرنے سے دم واجب نہ ہوگا۔ تو معلوہوا کہ ایامِ رمی میں سے ایک دن کی رمی دوسرے دن کرنے میں کراہت تو ہے مگر موجب دم نہیں ہے۔ اور رمی جمرات واجب ہے۔ اور ترکِ واجب کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے۔ اور ایامِ رمی کے اندر اندر ترکِ واجب لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ فی الجملہ رمی کے اوقات باقی ہیں۔ اور اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں یہ عبارت پیچیدہ ہے: ولم یکن ذلک بموجب علیهم دمًا ولا بموجب انّ حکم الیم الثالث ي الرمي لليوم الثاني خلاف حکم اليوم الرابع. یعنی یہ ان پر موجب دم نہیں ہے، اور نہ ہی یوم ثانی کی رمی یوم ثالث میں کرنے کی وجہ سے یوم رابع کی مخالفت لازم آتی ہے یعنی یوم ثالث میں ڈبل رمی ہوگئی۔ اور یوم رابع میں منفرد رمی ہوئی۔ تو اس کی وجہ سے کوئی مخالفت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یوم ثالث میں ڈوبل رمی جو کی گئی ہے درحقیقت اس میں سے یوم ثانی کی رمی یوم ثانی ہی میں کرنے کے حکم میں ہے۔

سوال نمبر (۲۴)۔ص/۴۴۰

وَخَالَفَهُمْ فِي ذَالِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا بَلْ يُلَبِّى الْحَاجُّ حَتّٰى يَرْمِىَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَقَالُوْا لَاحُجَّةَ لَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الْآثَارِ الَّتِيْ احْتَجَجْتُمْ بِهَا عَلَيْنَا لِاَنَّ الْمَذْكُوْرَ فِيْهَا اَنَّ بَعْضَهُمْ كَانَ يُكَبِّرُ بَعْضُهُمْ كَانَ يُهِلُّ لَايَمْنَعُ اَنْ يَّكُوْنُوْا فَعَلُوْا ذَالِكَ وَلَهُمْ اَنْ يَلْبُوْا فَاِنَّ الْحَاجَّ فِيْمَا قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ لَهُ اَنْ يُكَبِّرُوْا لَهُ اَنْ يُهِلَّ وَلَهُ اَنْ يُلَبِّىَ فَلَمْ يَكُنْ تَكْبِيْرُهُ وَتَهْلِيْلُهُ يَمْنَعَانِهِ مِنَ التَّلْبِيَةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): محرم بالحج تلبیہ کب ختم کرے گا؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں؛ نیز یہ بھی بتائیں کہ محرم بالعمرہ کب تلبیہ ختم کرے گا؟

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: دوسروں نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا حاجی جمرہ عقبہ کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہے اور ان آثار کے جواب میں یہ کہا کہ ان آثار میں تمہارے حق میں کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ اس لیے کہ ان آثار میں تو صرف اس قدر بات ہے کہ بعض لوگ تکبیر کہتے اور بعض لوگ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے اور یہ بات اس سے مانع نہیں کہ انہوں نے یہ بھی کہا ہو اور تلبیہ بھی پڑھا ہو؛ کیونکہ حجاج تکبیر، تہلیل اور تلبیہ نویں ذی الحجہ سے پہلے کہہ سکتا تھا۔ اس کی تکبیر و تہلیل تلبیہ سے مانع نہ تھے۔

(ب): محرم بالحج تلبیہ کب ختم کرے گا؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

محرم بالحج تلبیہ کب ختم کرے گا؟ تو اس سلسلے میں کچھ فرق کے ساتھ تین مذاہب ہیں۔

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب امام مالک، سعید بن مسیّب، حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک جب عرفات کے لیے منیٰ سے روانہ ہوگا اس وقت تلبیہ کا سلسلہ ختم کرے گا۔

مذہبِ ثانی:

دوسرا مذہب حضرت امام اوزاعی، لیث بن سعد، ابن شہاب زہری، سائب بن یزید، سلیمان بن یسار رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک عرفات میں زوال کے بعد وقوف کے وقت تلبیہ کا سلسلہ ختم کردے گا۔

مذہبِ ثالث:

تیسرا مذہب حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان، سفیان ثوری رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک محرم بالحج جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کا سلسلہ باقی رکھے گا اور جمرۂ عقبہ کی رمی کے ساتھ تلبیہ کا سلسلہ ختم کردے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فریقِ اوّل کی دلیل:

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنه أنه قال کنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم صبیحة عرفة فمنا المهل ومناالکبر المکبر فأمانحن فکنا نکبر ونحن مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال فقلت له العجب لکم کیف لم تسألوه ماقد کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یفعل في ذالک.

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجاج کا قافلہ عرفات کے لیے منیٰ سے روانہ ہوا تو قافلہ میں دو قسم کے لوگ تھے: (۱) وہ لوگ جو تہلیل پڑھتے تھے (۲) وہ لوگ جو تکبیر پڑھتے تھے، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہم تکبیر پڑھتے تھے اور لوگوں کے ازدہام میں جب کوئی کشادگی پاتے تو تیز چلتے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قافلہ میں کچھ لوگ تہلیل پڑھتے تھے اور کچھ لوگ تکبیر پڑھتے تھے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم عرفات پہنچنے سے قبل تہلیل پڑھتے تھے اور یومِ عرفہ میں تکبیر پڑھتے تھے۔

تمام روایات کا مرکز مضمون یہی ہے کہ منیٰ سے روانہ ہوتے وقت تلبیہ ختم کر دینا چاہیے۔

فریقِ ثانی کی دلیل:

ان کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی کے بعد جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پڑھا؛ چنانچہ صاحبِ کتاب نے اس مضمون کی روایات کو چار صحابہ رضی اللہ عنہم سے تیرہ سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

صحابی (۱): حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے چھ سندوں کے ساتھ۔

صحابی (۲): حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے چھ سندوں کے ساتھ۔

ان کی روایات کا حاصل یہ ہے کہ میدانِ عرفات میں زوال کے بعد لوگوں کو تلبیہ پڑھتے ہوئے نہیں دکھا گیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیشک میں نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پڑھتے دیکھا ہے، ہاں البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیان درمیان میں تکبیر و تہلیل پڑھتے تھے۔

صحابی (۳): حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔

صحابی (۴): حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ۔

ان دونوں حضرات کی روایات ایک سند کے ساتھ مروی ہے، ان میں اس کا ذکر ہے کہ عرفات سے مزدلفہ تک حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے۔ ان تمام روایات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فصل ثانی کی روایات اور فصل اوّل کی روایات میں کوئی تعارض نہیں؛ کیونکہ تلبیہ کا مسنون ہونا تکبیر و تہلیل کو مانع نہیں۔

اور فصل اوّل کی روایات میں صرف تکبیر و تہلیل کا ذکر ہے، مگر تلبیہ کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے کہ مسنون ہے یا مکروہ۔ عدم ذکر عدمِ جواز اور عدمِ سنت کو مستلزم نہیں ہے۔ اور فصل ثانی کی روایات میں صاف طور پر ذکر ہے کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ عرفات سے واپسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے، اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں اور عرفات کے بعد جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تکبیر و تہلیل بھی پڑھتے تھے۔ اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے صرف تکبیر و تہلیل سنی ہو اور تلبیہ نے سنا ہو۔ اور ان کا نہ سننا پڑھنے کو لازم نہیں، لہٰذا ان روایات سے معلوم ہوا کہ (جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کا سلسلہ باقی رکھے گا) اور جمرۂ عقبہ کی رمی کے ساتھ تلبیہ کا سلسلہ ختم کرے گا۔

نوٹ: مذہبِ اوّل اور مذہبِ ثانی دونوں اِس بات پر متفق ہیں کہ عرفات میں تلبیہ کا سلسلہ ختم کردیا جائے۔ اور چند روایتیں ایسی مروی ہیں جو مِنیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہونے تک تلبیہ منقطع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور انہیں روایات میں عرفات کا تلبیہ پڑھنے کا بھی ذکر ہے، اس لیے ان دونوں مذاہب کو فریقِ اوّل قرار دے کر دونوں کی دلیل ایک ساتھ پیش کی ہے اور مذہبِ ثلث کو فریقِ ثانی قرار دیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں:

محرم بالحج کے سلسلے میں فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ روایات میں تمہارے دعوے کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل اور حجت نہیں ہے، اس لیے کہ ان میں اس کا ذکر ہے کہ جو کچھ لوگ تہلیل پڑھتے تھے اور کچھ لوگ تکبیر پڑھتے تھے اور ان میں سے کسی کو اس کے عمل سے روکا نہیں گیا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حاجی ہونے کے اعتبار سے اصل حکم تلبیہ کا ہے، مگر حاجی کے لیے تکبیر و تہلیل بھی ممنوع نہیں، لہٰذا عرفات سے قبل تکبیر و تہلیل کا حاجی کے لیے مشروع ہونا تلبیہ کو مانع نہیں ہوگا، اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ عرفہ میں تکبیر و تہلیل پڑھنا تلبیہ کو مانع نہیں ہوگا، اس لیے بہت سی روایات عرفات کے بعد تلبیہ کے ثبوت میں مروی ہیں۔

محرم بالعمرہ کب تلبیہ ختم کرے گا؟

قول(۱): حضرات حنابلہ اور حنفیہ رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک احرام چاہے میقات سے باندھا ہو یا مقامِ جعرانہ یا مقامِ تنعیم سے ہر حال میں طواف شروع کرتے وقت جب حجرِ اسود کا استیلام کرے گا اس وقت تلبیہ کا سلسلہ ختم کردے گا۔ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک طواف کی ابتداء کرتے وقت ختم کردے گا۔

قول(۲): حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، ان کے نزدیک اگر میقات سے احرام باندھا ہے تو حدودِ حرم میں داخل ہوتے وقت تلبیہ کا سلسلہ ختم کردے گا۔

سوال نمبر (۲۵)-ص/۴۴۲

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ أُخْتِ عُكَاشَةَ بْنِ وَهْبٍ اَنْ عُكَاشَةَ بْنِ وَهْبٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِخَالُهُ جَاءَ اهَا حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ النَّحْرِ فَأَلْقَيَا قَمِيْصَهَا فَقَالَتْ: مَالَكُمَا؟ فَقَالَا اِنَّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ یَکُنْ اَفَاضَ مِنْھَا فَیُلْقِ ثِیَابَہٗ وَکَانُوْا تَطَیَّبُوْا وَلَبِسُوا الثِّیَابَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد سلے ہوئے کپڑے اور خوشبو جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: عروہ نے جدامہ بنت وہب جو کہ عکاشہ بن وہب کی (ماں شریک) بہن ہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ عکاشہ بن وہب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا دوسرا بھائی عکاشہ بن محصن (ماں شریک بھائی) میرے خیمے میں آئے جبکہ یوم النحر کا سورج ڈوب چکا تھا اور انہوں نے اپنی قمیص نکال رکھی تھی، میں نے پوچھا تمھیں کیا ہوا؟ دونوں نے کہا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہاں سے مکہ طوافِ زیارت (شام سے) پہلے نہ کر سکا وہ اپنے سلے کپڑے اُتار دے، حالانکہ یہ اپنی قمیصوں کو خوشبو لگا کر پہن چکے تھے۔

(ب): جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد سلے ہوئے کپڑے اور خوشبو جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ہے، ان کے نزدیک طوافِ زیارت سے قبل جمرۂ عقبہ کی رمی اور حلق کے بعد ثوبِ مخیط اور خوشبو دونوں جائز نہیں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام مالک، امام حسن بصری رحمہما اللہ کا ہے، ان کے نزدیک ثوبِ مخیط تو جاء ہے مگر خوشبو جائز نہیں، بلکہ خوشبو طوافِ زیارت کے بعد ہی جائز ہوتی ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ حکمِ طیب حکمِ جماع کی طرح ہے، اس لیے کہ خوشبو دواعی جماع سے ہے۔

مذہبِ سوم:

تیسرا مذہب حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، ابوثور، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، اسحاق بن ابراہیم، علقمہ بن مرثد، سالم بن عبداللہ، ابراہیم نخعی، طاؤس بن کیسان، عبیداللہ بن الحسن، قاسم بن محمد، خارجہ بن زید، عمر بن عبدالعزیز اور جمہور فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک جمرۂ عقبہ کی رمی اور حلق کے بعد جماع کے علاوہ باقی تمام اُمور حلال ہیں جو حالتِ احرام میں حلال نہیں تھے۔

مذہبِ اوّل کی دلائل:

پہلی دلیل: حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ، یہ مشہور صحابی ہیں جن کے بارے میں یہ واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستّر ہزار بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے اور ان کے چہرے لیلۃ البدر کی چاندنی کی طرح چمکتے ہوں گے۔ تو فی الفور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: کہ یا رسول اللہ! میرے لیے دعاء کیجیے کہ میں بھی انہیں میں سے ہو جاؤں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان میں سے ہو۔ اس کے بعد دوسروں نے جب دعاء کے لیے کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عکاشہ سبقت لے گئے۔ (مسلم شریف: ۱۱۶/۱)

دوسری دلیل: حضرت عکاشہ بن وہب رضی اللہ عنہ، یہ بھی صحابہ میں سے تھے۔ اور ان کی حقیقی بہن حضرت جُدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور یہ دونوں حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عکاشہ بن محصن کے ماں شریک بھائی بہن تھے۔ اور حضرت امِ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔

اب یہاں ایک مضمون کی دو روایتیں ہمارے سامنے ہیں:

(۱) حضرت جدامہ بنتِ وہب رضی اللہ عنہا کی ہے۔ ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ ان کے بھائی حضرت عکاشہ بن وہب رضی اللہ عنہ نے اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ یوم النحر میں جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد احرام کھول دیا اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے۔ اور یہ لوگ اسی دن طوافِ زیارت نہ کر سکے تھے۔ مگر جب شام کے وقت حضرت جدامہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے آئے تو اپنے اپنے کرتے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور بغیر سلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب حضرت جُدامہ رضی اللہ عنہا نے معلوم کیا، کہ کیا بات ہے، آپ لوگوں نے کرتے کیوں اُتار دیے؟ تو جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد جماع کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے؛ لیکن اگر شام تک طوافِ زیارت نہ کر سکو تو محرماتِ احرام سب لوٹ آتی ہیں۔ اور چونکہ ہم طوافِ زیارت نہیں کر سکے، اس لیے کُرتے اُتار دیے اور احرام کے کپڑے پہن لیے ہیں۔

(۲) حضرت اُمِ قیس بنتِ محصن رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ ان کی روایت کا حاصل بھی پہلی روایت کی طرح ہے، مگر اس میں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کا اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ حضرت اُمِ قیس بنتِ محصن رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کا ذکر ہے۔ اب دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہو جائے گی کہ حضرت جُدامہ بنتِ وہب رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہما دونوں ایک خیمہ میں تھیں، اور دونوں کے حقیقی بھائی کا نام عکاشہ ہے اور عکاشہ نامی دونوں آدمی ایک ساتھ خیمہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ان دونوں کا واقعہ حضرت جُدامہ اور حضرت اُمِ قیس دونوں نے الگ الگ بیان کیا ہے۔ اب دونوں روایتوں کا مرکزِ مضمون ایک ہونا ثابت ہوا کہ طوافِ زیارت سے قبل درحقیقت ثوبِ مخیط اور خوشبو ممنوع ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تیسری دلیل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قولی مرفوع روایات تواترِ سند کے ساتھ مروی ہیں۔ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ جب جمرۂ عقبہ کی رمی سے فراغت حاصل ہوجائے تو بیوی سے جماع کے علاوہ لباس، خوشبو اور ہر وہ اُمور جائز اور حلال ہوجاتے ہیں جو بحالتِ احرام جائز نہیں تھے۔ اور اس مضمون کی روایات کو حضرت مصنف رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے، لہٰذا ان روایات سے واضح ہوگیا کہ طوافِ زیارت سے قبل لباس اور خوشبو وغیرہ سب جائز اور حلال ہیں۔

(ج): نظرِ طحاوی:

نظرِ طحاوی کا حاصل یہ ہے کہ فریقِ اوّل یعنی رمی کے بعد طوافِ زیارت سے قبل طیب ولباس کے عدمِ جواز کے قائلین کے درمیان اور فریقِ ثانی یعنی لباس کے جواز اور طیب کے عدمِ جواز کے قائلین اور طیب ولباس سب کے جواز کے قائلین کے درمیان دلائل پر غور کرنے کے لیے قیاس سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اور قیاس اس طرح ہے کہ احرام سے قبل صید، لباس، حلق، طیب، جماع سب اُمور جائز ہوتے ہیں۔ مگر احرام کے سبب سے یہ سب اُمور حرام ہوجاتے ہیں۔ اب دو احتمال ہیں:

(۱) احرام سبب واحد ہے، اور جمرۂ عقبہ کی رمی بھی سبب واحد ہے، لہٰذا جس طرح سببِ احرام کی وجہ سے یہ سب اُمور حرام ہوجاتے ہیں اسی طرح سببِ رمی کی وجہ سے بھی یہ سب اُمور حلال ہوجانے چاہئیں۔

(۲) ان سب اُمور کی حرمت تو سببِ واحد سے ہوتی ہے، مگر سب کی حلت سببِ واحد سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اسبابِ مختلفہ متفاوتہ سے ثابت ہوتی ہے، کہ کچھ اُمور بعض سبب سے اور کچھ اُمور بعض دوسرے سبب سے حلال ہوتے ہیں۔

تو سب کا اتفاق اس پر ہے کہ رمی سے حلقِ رأس حلال ہوجاتا ہے، اور سب کا اتفاق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس پر بھی ہے کہ رمی کی وجہ سے جماع حلال نہیں ہوتا ہے، للہذا معلوم ہوا کہ سبب واحد سے ثبوتِ حرمت اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ثبوتِ حلت بھی سبب واحد سے ہو جائے، بلکہ ثبوتِ حلت اسبابِ مختلفہ سے ہوتا ہے، للہذا پہلا احتمال باطل ہوگا۔ اور جب حلق رأس کے بعد بدن کے دیگر مقامات کے بال، ناخن وغیرہ کاٹنا جائز ہے تو ہم نے اس پر قیاس کر کے دیکھا کہ لباس کی مشابہت جماع کے ساتھ ہے یا حلق، شعر اور قصِ اظفار وغیرہ کے ساتھ۔ تو ہم نے دیکھا کہ وقوفِ عرفہ سے قبل جماع کی وجہ سے حج فاسد ہو جاتا ہے، مگر حلقِ شعر اور قصِ اظفار سے فاسد نہیں ہوتا، بلکہ صرف جُرمانہ واجب ہوتا ہے، اور اسی طرح لُبسِ ثوب مخیط اور طیب کی وجہ سے بھی حج فاسد نہیں ہوتا، بلکہ صرف جُرمانہ لازم ہوتا ہے، للہذا معلوم ہوا کہ لباس اور طیب کو جماع کے ساتھ مشابہت نہیں ہے، بلکہ حلق رأس اور قصِ اظفار وغیرہ کے ساتھ ہی مشابہت ہے، للہذا جس طرح حلقِ رأس کے بعد حلقِ شعر اور قصِ اظفار جائز ہے اسی طرح لباس وطیب بھی جائز ہوں گے۔

سوال نمبر (۲۶) - ص/۴۴۵

حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ اَبِي رَزِيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ زَيْدَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِخْتَلَفَا فِي الْمَرْأَةِ تَحِيْضُ بَعْدَ مَاتَطُوْفُ بِالْبَيْتِ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ زَيْدٌ يَكُوْنُ آخِرُ عَهْدِهَا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَنْفِرُ إِذَاشَاءَ تْ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَاتَتَابِعُکَ يَاابْنَ عَبَّاسٍ وَاَنْتَ تُخَالِفُ زَيْدًا فَقَالَ سَلُوْا صَاحِبَتَكُمْ اُمَّ سُلَيْمٍ فَسَأَلُوْهَا فَقَالَتْ حِضْتُ بَعْدَ مَاصَلَّفْتُ يَوْمَ النَّحْرِ فَأَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ اَنْفِرَ وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ اَلْخَيْبَةُ لَکَ حَبَسْتُ اَهْلَنَا فَذُكِرَ ذَالِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَامَرَهَا اَنْ تَنْفِرَ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): حیض ونفاس کے عارضہ کی وجہ سے طواف ودع کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): طوافِ ودع کے سلسلے میں حضرات صحابہ اور جمہور صحابہ کے مذہب بیان کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: عکرمہ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے طوافِ زیارت کے بعد جس عورت کو حیض آیا اس کے متعلق اختلاف کیا تو زید کہنے لگے اسے طوافِ ودع ضروری ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے اگر وہ پسند کرے تو کوچ کر سکتی ہے، انصار کہنے لگے اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے؛ کیونکہ تم زید کی مخالفت کر رہے ہو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے تم اُمِّ سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرلو، انہوں نے اُمِّ سلمہ سے سوال کیا تو کہنے لگیں طوافِ زیارت کے بعد مجھے حیض شروع ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تم کوچ کرلو، حضرت صفیہ کو حیض شروع ہو گیا تو عائشہ کہنے لگیں تمہارا برا ہو تم نے ہمارے گھر والوں کو روک لیا، اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم فرمایا۔

(ب): حیض ونفاس کے عارضہ کی وجہ سے طواف وداع کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مذہب اوّل:

پہلا مذہب حضرت سالم بن عبداللہ، عبداللہ بن شبرمہ کا ہے، ان کے نزدیک حیض و

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نفاس کے عارضہ کی وجہ سے بھی طوافِ وداع کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، اگر ترک کردیں گے تو ترکِ واجب کا جُرمانہ لازم ہوجائے گا۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرات ائمہ اربعہ، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، اسحاق بن ابراہیم اور جمہور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک حیض و نفاس کا عارضہ ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے طوافِ صدر کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے، لہٰذا یہ لوگ اپنے عذر کی وجہ سے طوافِ وداع کو ترک کردیں تو ان پر کوئی جرمانہ لازم نہیں ہوگا۔

مذہبِ اوّل کی دلیل:

ان کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت حارث بن عبداللہ بن اوس رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی عورت کے بارے میں سوال کیا جس کو طوافِ صدر سے قبل حیض آ گیا ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مکۃ المکرّمہ سے واپسی کے وقت آخری کام طواف ہوتا ہے۔ اسی طرح میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ ار جس شئی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرچکا ہوں تم نے بھی مجھ سے اسی شی کے متعلق سوال کیا ہے، تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اس میں کس طرح کرسکتا ہوں۔ اب اس روایت سے صاف واضح ہوچکا ہے کہ حائضہ عورت کا حیض بھی ایسا عذر نہیں ہے جس سے طوافِ وداع معاف ہوجائے۔

مذہبِ ثانی کی دلیل:

مذہب ثانی کی دلیل کا حاصل یہ ہے، کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حائضہ عورت کے لیے رخصت کا فتویٰ دیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ اس طرح فتویٰ دے رہے ہیں کہ حیض والی عورت بغیر طوافِ وداع کے وطن لوٹ جائے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وطن لوٹتے وقت آخری امر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طواف ہونا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جی ہاں! تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اب ایسا فتویٰ نہ دیجیے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت اُمِ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حالتِ حیض میں طوافِ وداع ترک کرنے کی رخصت دی تھی یا نہیں؟ تو حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ طوافِ زیارت کے بعد مجھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض کا عارضہ پیش آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو طوافِ وداع ترک کردینے کی رُخصت دیدی تھی، تو اس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تائید فرمائی اور اپنے عدمِ جواز کے فتویٰ سے رجوع کرلیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح فتویٰ دیتے تھے کہ آفاقی پر وطن واپس ہوتے وقت آخری حکم طوافِ صدر ہے، ہاں! البتہ حائضہ عورت پر تخفیف کردی گئی ہے۔

(ج): طوافِ وداع کے سلسلے میں حضرات صحابہ اور جمہور صحابہ کے مذاہب:

حضرات صحابہ میں حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ کسی بھی آفاقی حاجی یا معتمر کے لیے طوافِ وداع کو ترک کردینا جائز نہیں، چاہے عذر کی وجہ سے کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ حائضہ عورت کا حیض کا عذر بھی اس میں معاف نہیں ہے۔ اور حائضہ اور مریض وغیرہ پر لازم ہے کہ عارضہ دُور ہوجانے تک مکۃ المکرمہ میں قیام کرے، اس کے بعد طوافِ صدر کرکے وطن واپس ہوسکتے ہیں؛ لہٰذا ترک کرکے واپس ہوجائیں گے تو ترکِ واجب کی وجہ سے ایک دم لازم ہوجائے گا۔ جس کو حدودِ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے۔

اور جمہور صحابہ کے نزدیک حیض ونفاس کا عذر معتبر ہے۔ اس عذر کی وجہ سے طوافِ وداع معاف ہوجاتا ہے، اور ترک کردینے کی وجہ سے کوئی جُرمانہ بھی واجب نہیں ہے۔ مگر بعد میں حضرت عمر، حضرت ابن عمر، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع کرلیا ہے، لہٰذا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف اس سلسلہ میں باقی نہیں رہا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر (۲۷)-ص/۴۴۶

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ الْكُوفِيُّ، قَالَ: ثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: ثَنَا أَبُوْإِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُئِلَ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ اَنْ يَذْبَحَ أَوْذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ فَقَالَ لَاحَرَجَ. فَلَمَّا أَكْفَرُوْا عَلَيْهِ قَالَ يَااَيُّهَا النَّاسُ، قَدْرُفِعَ الْحَرَجُ إِلَّا مَنِ اقْتَرَضَ مِنْ أَخِيْهِ شَيْئًا ظُلْمًا، فَذٰلِكَ الْحَرَجُ) فَهٰذَا أَيْضًا مِثْلُ مَاقَبْلَهُ. وَقَدْ يَحْتَمِلُ أَيْضًا أَنْ يَّكُوْنَ قَوْلُهُ (لَاحَرَجَ) هُوَ عَلَى الْإِثْمِ، أَىْ لَاحَرَجَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْتُمُوْهُ مِنْ هٰذَا، لِأَنَّكُمْ فَعَلْتُمُوْهُ عَلَى الْجَهْلِ مِنْكُمْ بِهٖ، لَاعَلَى التَّعَمُّدِ، بِخِلَافِ السُّنَّةِ، فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ ذَالِكَ. وَقَدْ رُوِىَ عَنْ ذٰلِكَ مُبَيَّنًا وَمَشْرُوْحًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): اگر قارنِ قربانی پر حلق کو مقدم کر دیتا ہے تو کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ تحریر کریں؛ نیز فریقِ ثانی کی دلیل بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: زیاد بن علاقہ نے اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا ذبح سے پہلے حلق یا حلق سے پہلے ذبح کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: کچھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضائقہ نہیں۔ جب لوگوں نے سوالات کی کثرت کردی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تنگی اُٹھالی گئی، البتہ جو شخص اپنے بھائی سے زبردستی قرض لے اس میں حرج ہے۔ یہ روایت بھی ماقبل کی طرح ہے۔ ہوسکتا ہے کہ لاحرج کا معنیٰ گناہ نہ ہونا مراد ہو یعنی جو تم نے کیا اس پر کچھ گناہ نہیں؛ کیونکہ تم نے نادانگی میں کیا جان بوجھ کر خلافِ سنت نہیں کیا، پس اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں، اس سلسلہ میں واضح اور کھلی روایات بھی مروی ہیں۔

(ب): اگر قارن قربانی پر حلق کو مقدم کردیتا ہے تو کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرات ائمہ ثلاثہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور جمہور رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک اگر قارن نے حلق کو ذبح پر مقدم کردیا ہے تو کوئی جرمانہ لازم نہیں ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام زفر رحمہ اللہ کا ہے، ان کے نزدیک قارن پر دو جُرمانے واجب ہوں گے، لہٰذا کل تین دم لازم ہوں گے، ایک دمِ قران اور دوسرے جرمانہ۔

مذہبِ سوم:

تیسرا مذہب حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، ان کے نزدیک قارن پر ایک دمِ جُرمانہ لازم ہوگا، لہٰذا کل دو دم واجب ہوں گے: (۱) دمِ قران (۲) دمِ جُرمانہ۔

فریقِ ثانی کی دلیل:

فریقِ ثانی کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ ماقبل کی روایات جن میں سائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا ہے، ان کے بارے میں یہ واضح نہیں ہے کہ وہ قارن تھے یا مفرد بالحج یا متمتع؟ لیکن اگر مفرد بالحج ہیں تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ بھی اس کے قائل ہیں، کہ تقدیم حلق کی وجہ سے کوئی جرمانہ لازم نہیں ہے۔ اس لیے کہ مفرد بالحج پر کوئی دم لازم نہیں ہوتا ہے، وہ جو قربانی کرے گا وہ نفلی ہوگی۔ اس لیے اس پر قربانی کو مقدم کرنا صرف مستحب اور افضل ہے، لہٰذا اگر قربانی پر حلق کو مقدم کرے گا تو اس پر کوئی جرمانہ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر حلق کو مقدم کرنے والا سائل قارن یا متمتع تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب میں لاحرج فرمانا صرف انتفاءِ اثم پر محمول ہوگا۔ اور جرمانہ لازم ہے یا نہیں؟ اس کا ذکر فصلِ اوّل کی روایات میں نہیں ہے۔ اور اس کا ذکر فصلِ ثانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں موجود ہے، کہ جو تقدیم وتاخیر کرے گا وہ ایک قربانی ادا کرے، اس لیے کہ قارن اور متمتع پر قربانی واجب ہوتی ہے، لہٰذا ان کی قربانی اور حلق میں ترتیب بھی واجب ہوگی۔

سوال نمبر (۲۸)-ص/۴۴۶

لَایَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ یُجَاوِزُوْهُ كَمَالَایَنْبَغِي لِغَیْرِهِمْ أَنْ یُجَاوِزُوْا مِیْقَاتًا، مِمَّا وَاللّٰهُ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُرِیْدُ الْإِحْرَامَ إِلَّامُحْرِمًا وَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِکَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا: وَقْتُ أَهْلِ مَكَّةَ الَّذِيْ یُحْرِمُوْنَ مِنْهُ بِالْعُمْرَةِ، الْحِلُّ، فَمِنْ أَيِّ الْحِلِّ أَحْرَمُوْا بِهَا أَجْزَأَهُمْ ذٰلِکَ، وَالتَّنْعِیْمُ وَغَیْرُهٗ مِنَ الْحِلِّ عِنْدَهُمْ فِي ذٰلِکَ سَوَاءٌ وَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ لَهُمْ فِي ذٰلِکَ أَنَّهٗ یَجُوْزُ أَنْ یَّكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَصَدَ إِلَی التَّنْعِیْمِ فِي ذٰلِکَ، لِأَنَّهٗ كَانَ أَقْرَبَ الْحِلِّ مِنْهَا، لَا لِأَنَّ غَیْرَهٗ مِنَ الْحِلِّ لَیْسَ هُوَ فِي ذٰلِکَ، كَهُوَ وَیُحْتَمَلُ أَیْضًا أَنْ یَكُوْنَ أَرَادَ بِهِ التَّوْقِیْتَ لِأَهْلِ مَكَّةَ فِي الْعُمْرَةِ وَأَنْ لَایُجَاوِزُهٗ لَهَا إِلٰی غَیْرِهٖ. فَنَظَرْنَا فِي ذٰلِکَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مکی پر عمرہ کا احرام مقامِ تنعیم میں جا کر احرام باندھنا لازم ہے، یا حل کے کسی بھی مقام سے احرام باندھنا لازم ہے، اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: علماء کی ایک جماعت نے اِس بات کو اختیار کیا کہ مکی کے لیے تنعیم کے علاوہ میقات نہیں میہ والوں کے لیے تنعیم ہی میقات ہے۔ وہ لوگ جو احرام کا ارادہ رکھتے ہوں ان کو وا اس مقام سے بلا احرام گزرنا اسی طرح جائز نہیں جس طرح دیگر مواقیت احرام کے لیے حل ہے۔ حرم کے باہر جس جگہ سے بھی احرام باندھے اس کے لیے کافی ہے اس سلسلہ میں تنعیم اور دیگر مقامات برابر ہیں۔ ان کے یہاں اس کی دلیل یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنعیم کا نام قریب ہونے کی وجہ سے لیا اس کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ دیگر مقامات اس کی طرح نہیں، دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ نے اہلِ مکہ کا اس میقات بنانے کا ارادہ فرمایا ہوتا کہ وہ اللہ سے دوسری جگہوں کی طرف تجاوز نہ کریں پس اس میں غور کیا تو یزید بن سنان کی روایت سامنے آئی۔

(ب): مکی پر عمرہ کا احرام مقامِ تنعیم میں جا کر احرام باندھنا لازم ہے، یا حِل کے کسی بھی مقام سے احرام باندھنا لازم ہے، اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب امام عمرو بن دینار اور فقہاء کی ایک مختصر جماعت کا ہے، ان کے نزدیک مکی پر عمرہ کا احرام مقامِ تنعیم میں جا کر باندھنا لازم ہے۔ حل کے کسی اور مقام میں جا کر احرام باندھنا مکروہ اور ممنوع ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم اور جمہور فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کے نزدیک مقامِ تنعیم کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ حدودِ حرم سے باہر حدودِ حل میں سے کہیں سے بھی اہلِ مکہ کے لیے عمرہ کا احرام باندھنا بلا کراہت جائز ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے مقامِ تنعیم لے جائیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ مکہ کے لیے مقامِ تنعیم لے جائیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ مکہ کے لیے مقامِ تنعیم کے علاوہ اور کوئی میقات نہیں ہے، لہٰذا وہاں سے تجاوز کرنا اس طرح ناجائز ہوگا جس طرح آفاقی کے لیے بلا احرام اپنے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ فصلِ اوّل کی روایت میں دو احتمال ہیں: (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقامِ تنعیم لے جانے کا اس لیے حکم فرمایا تھا کہ وہ حدودِ حل میں سے مکۃ المکرّمہ سے زیادہ قریب ہے، اس لیے نہیں ہے کہ حدودِ حل میں سے دوسرے مقامات اس کی طرح ہیں: (۱) مقامِ تنعیم کا اس لیے حکم فرمایا تھا کہ اہلِ مکہ کے لیے صرف وہی میقات ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور مقام سے عمرہ کا احرام اہلِ مکہ کے لیے جائز نہیں ہے؛ لہٰذا ان دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کے لیے دوسری دلیل شرعی کی ضرورت ہے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب ہم لوگ مدینۃ المنورہ سے حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہوگئے، اور مکۃ المکرّمہ سے قریب مقام سرف پہونچ گئے تو حضور صلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے روتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے معلوم کیا کہ کیابات ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے حیض کا عارضہ پیش آ گیا تو آپ صلی اللہ نے فرمایا: حاجیوں کی طرح ارکانِ حج ادا کر لینا، اور جب منیٰ، عرفہ، مزدلفہ کے اُمور مکمل کر کے دوبارہ منیٰ آ کر ایامِ منیٰ میں جمرات کی رمی کے بعد مکۃ المکرّمہ کے لیے روانہ ہوگئے تو وادیٔ محصب میں میری وجہ سے قیام فرمایا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ وہ مجھ کو حدودِ حرم سے باہر لے جائیں، تا کہ میں وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لوں۔ اور خدا کی قسم اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مقامِ جعرانہ کا نام لیا اور نہ ہی مقامِ تنعیم کا۔ اور مقامِ تنعیم چونکہ ہماری قیام گاہ سے قریب ہے، اس لیے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مجھ کو وہاں لے گئے تھے۔ اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت پر غور کیا جائے تو واضح ہوجائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حدودِ حل کا ارادہ فرمایا تھا، کسی مخصوص اور متعین مقام کا ارادہ نہیں فرمایا تھا، تو معلوم ہوا کہ اہلِ مکہ کے لیے احرام عمرہ کا میقات حدودِ حل ہے۔

سوال نمبر (۲۹)۔ص/۴۵۰

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ: ثَنَا مِخْوَلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ مِخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ مَجْزَأَةَ بْنِ زَاهِرٍ عَنْ (نَاجِيَةَ بْنِ جُنْدُبٍ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ صُدَّ الْهَدْىُ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ابْعَثْ مَعِيْ بِالْهَدْيِ فَلْأَنْحَرُهُ فِي الْحَرَمِ قَالَ وَكَيْفَ تَأْخُذُ بِهٖ؟ قُلْتُ آخُذُ بِهٖ فِيْ أَوْدِيَةٍ، لَايَقْدِرُوْنَ عَلَيَّ فِيْهَا فَبَعَثَهُ مَعِيْ حَتّٰى نَحَرْتُهُ فِي الْحَرَمِ). فَقَدْ دَلَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ أَنَّ هَدْيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ، نُحِرَ فِي الْحَرَمِ. وَقَالَ آخَرُوْنَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى دُخُوْلِ الْحَرَمِ. قَالُوْا: وَلَمْ يَكُنْ صُدَّ إِلَّا عَنِ الْبَيْتِ، وَاحْتَجُّوْا فِيْ ذٰلِكَ بِمَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): دمِ احصار کو مقامِ احصار میں ذبح کرنا ضروری ہے یا حدودِ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں؟ نیز فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: مجزاۃ بن زاہر بیان کرتے ہیں کہ ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ نے (اپنے والد سے) روایت نقل کی ہے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ آپ کے ہدایا ک رولیا گیا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ساتھ ہدایا روانہ کردیں میں ان کو حرم میں ضرور نحر کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہ کس طرح کروگے میں نے کہا میں ان کو ایسی وادیوں میں سے لے جاؤں گا، جن میں وہ مجھ پر قابو نہ پاسکیں گے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایا ان کے ساتھ بھیج دیے انہوں نے لے جا کر حرم میں ذبح کردیے۔ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی حرم میں ذبح کی گئی۔ بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ آپ حدیبیہ میں تھے اور حرم میں داخلے کی قدرت تھی اور آپ کو رُکاوٹ تو کعبۃ اللہ سے تھی۔ ان کا استدلال اس طرح ہے ذیل میں ملاحظہ ہو۔

(ب): دمِ احصار کو مقامِ احصار میں ذبح کرنا ضروری ہے یا حدودِ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، ابن شہاد زہری اور مجاہد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بن جبر رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک حُدودِ حرم میں لا کر ذبح کرنا لازم نہیں ہے۔ بلکہ حُدودِ حرم سے باہر ذبح کر دینا جائز ہے۔ اور ان میں یہ فرق ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر حرم تک رَسائی آسانی سے ہو سکے تو حرم پہنچانا لازم ہے۔ اور آسانی سے حُدودِ حرم میں لے جانا مشکل ہو تو کہیں بھی ذبح کرنا جائز ہے۔ مقامِ احصار میں لازم نہیں ہے۔ اور دیگر حضرات کے نزدیک حُدودِ حرم تک پہنچانا لازم نہیں ہے اور نہ ہی جہاں کہیں چاہے ذبح کر سکتا ہے، بلکہ مقامِ احصار میں ذبح کرنا لازم ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرتامام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، عطاء ابن ابی رباح، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک حدودِ حرم سے باہر ذبح کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ حُدودِ حرم میں لے جا کر ذبح کرنا واجب ہوگا، یہ ایسا ہے جیسے صوم کفارہ کہ پے درپے ساٹھ روزے رکھنے کا حکم ہے، اس میں عذر کی وجہ سے تتابع ساقط نہیں ہوتا، اسی طرح یہ بھی ضرورت کی وجہ سے حُدودِ حرم سے باہر جائز نہ ہوگا۔

نیز حضرات صاحبین کے نزدیک محصر بالحج کی قربانی میں زمان و مکان دونوں شرط ہیں۔ یعنی حُدودِ حرم میں یوم النحر یا اس کے بعد ذبح کرنا لازم ہے، یوم النحر سے قبل جائز نہیں ہے۔

فریقِ اوّل کی دلیل:

حضرت اُمِّ کُرز کعبیہ خزاعیہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حُدیبیہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے جانوروں کو ذبح فرمایا تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گوشت کی درخواست کی تھی۔ اس روایت سے واضح ہوا کہ محصر ہدی کے جانور کو مقامِ احصار میں ذبح کر سکتا ہے، حدودِ حرم میں بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فریقِ ثانی کی دلیل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ہدی اس کو قرار دیا ہے جو کعبۃ اللہ کے علاقہ یعنی حدودِ حرم میں پہنچ گیا ہے، لہٰذا حدودِ حرم سے باہر ذبح کرنا جائز نہ ہوگا۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل میں پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اور بغیر تسلسل روزہ جائز اور مشروع نہیں ہے، اگرچہ کفارہ ایسے شخص پر واجب ہو جو تتابع کی طاقت نہیں رکھتا ہو۔ اور عذر و ضرورت کی وجہ سے متفرق روزے رکھنا مباح نہیں ہے، تو ایسا ہی ہدی کا مسئلہ ہے کہ احصار اور رُکاوٹ کی ضرورت اور عذر کی وجہ سے حُدودِ حرم سے باہر ذبح کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ حُدودِ حرم ہی میں بھیجنا لازم ہوگا۔

فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب:

فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب دیا جا رہا ہے اور جواب دو طریقہ سے دیا جا رہا ہے:

(۱) انّ قومًا قد زعموا الخ سے جواب کا پہلا طریقہ پیش کیا جا رہا ہے، کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہدی کے جانوروں کو ذبح کر کے قدید کے لوگوں میں صدقہ کر دیا تھا، یہ مسلّم نہیں ہے، کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ تمام جانوران کے حوالہ کر دیے جائیں تا کہ وہ حُدودِ حرم میں لے جا کر ذبح کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم کیسے لے جاؤ گے، تو انہوں نے کہا کہ فلاں وادی سے لے جاؤں گا۔ جہاں دشمن قابو یافتہ نہیں ہو سکے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو انہیں کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے حُدودِ حرم میں لے جا کر ذبح کر دیا۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ حُدیبیہ کے موقع پر حُدودِ حرم سے باہر ہدی کے جانوروں کو ذبح کیا گیا تھا۔

(۲) وقال آخرون کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیبیة وھو یقدر علی دخول الحرم الخ سے جواب کا دوسرا طریقہ پیش کیا جا رہا ہے، کہ حضور صلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ علیہ وسلم کا قیام حُد یبیہ میں حُدودِحرم سے دُور نہ تھا، بلکہ اتنا قریب تھا کہ رہائشی خیمہ تو حُدودِحرم سے باہر تھا مگر نماز کے لیے جو جماعت خانہ بنایا گیا تھا وہ حُدودِحرم میں تھا، جیسا کہ حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے حضرت مسور بن مخرمہ کی روایت سے واضح ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں کان بالحديبية خباؤهٗ في الحل ومُصلّاه في الحرم. تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ سے تو روکا گیا تھا، مگر حُدودِحرم سے نہیں روکا گیا تھا۔ اس لیے حدیثِ حُدیبیہ سے تمہارا استدلال درست نہ ہوگا۔

سوال نمبر (۳۰)-ص/۴۵۲

حَدَّثَنَا رَبِيعُ الْجِيزِيُّ قَالَ: ثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ، وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُكَيْرٍ، قَالَا: ثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّهُ سَمِعَ سُلَيْمَانُ بْنَ يَسَارٍ وَقَبِيصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ، يُحَدِّثَانِ عَنْ (أُمِّ الْفَضْلِ، امْرَأَةِ عَبَّاسِ بْنِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى أَيَّامَ التَّشْرِيقِ، فَسَمِعْتُ مُنَادِيًا يَقُوْلُ: إِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ طُعْمٍ، وَشُرْبٍ، وَذِكْرِ اللّٰهِ. قَالَتْ فَأَرْسَلْتُ رَسُوْلًا: مَنَ الرَّجُلُ، وَمَنْ أَمَرَهُ؟ فَجَاءَنِي الرَّسُوْلُ فَحَدَّثَنِي أَنَّهُ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ ابْنُ حُذَافَةَ، يَقُوْلُ: أَمَرَنِي بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ).

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): اگر متمتع اور قارن عشرہ ذی الحجہ میں یوم النحر سے قبل تین روزے نہیں رکھیں تو کیا ان کے لیے ایامِ تشریق رکھ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں؛ نیز نظرِ طحاوی بھی ذکر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: سلیمان بن یسار ار قبیصہ بن ذویب دونوں نے ام الفضل زوجہ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے یہ ایام تشریق کے دن تھے، میں نے ایک منادی کو اعلان کرتے سنا یہ کھانے پینے اور ذکر اللہ کے دن ہیں ام فضل کہتی ہیں میں نے قاصد بھیج کر پتہ کروایا کہ تم کون ہو اور تمہیں کس نے حکم دیا ہے؟ قاصد لوٹ کر آیا اور اس نے مجھے بیان کیا کہ میرا نام حذافہ ہے اور مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے۔

(ب): اگر متمتع اور قارِن عشرہ ذی الحجہ میں یوم النحر سے قبل تین روزے نہیں رکھیں تو کیا ان کے لیے ایامِ تشریق رکھ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اوّل:

حضرت امام مالک، امام اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، ابن شہاب زہری، عبید بن عمیر رحمہم اللہ کا ہے نیز امام شافعی رحمہ اللہ کے قولِ قدیم اور امام احمد رحمہ اللہ کے قولِ راجح کے مطابق متمتع، قارن، مُحصر نے اگر عشرۂ ذی الحجہ میں یوم النحر سے قبل تین روزے نہیں رکھے تو ایامِ تشریق میں رکھ لینا جائز ہے۔ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ایامِ منیٰ میں بھی یہ روزے نہیں رکھے ہیں تو اگر تنگدست ہے تو اس کے بعد بھی رکھ سکتا ہے اور اگر صاحبِ حیثیت ہے تو اس کے بعد روزے رکھنا جائز نہ ہوگا، بلکہ دم دینا لازم ہوگا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس لیے کہ ایامِ تشریق سے قبل جو تین روزے رکھے جاتے ہیں وہ درحقیقت دمِ شکر کا عوض ہیں۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، مجاہد بن جبر، طاؤس بن کیسان، حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک اگر عشرہ ذی الحجہ میں متمتع اور قارن نے تین روزے رکھے ہیں تو ایام تشریق میں ان کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ان ایام میں صومِ کفارہ اور صومِ نفل رکھنا جائز ہوسکتا ہے، بلکہ ایامِ تشریق سے قبل اگر تین روزے نہیں رکھے ہیں تو حلق سے قبل قربانی کرنا واجب ہے اور اگر حلق سے قبل قربانی بھی نہیں کی ہے تو اس پر دو دم واجب ہوں گے: (۱) دمِ شکر (۲) دمِ جرمانہ یعنی شکرانہ قربانی یا صوم سے قبل حلق کرنے اور حلال ہونے کی وجہ سے ایک دم جرمانہ لازم ہوگا۔ اور یہی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا قولِ جدید اور قولِ مشہور اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی ایک روایت ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ متمتع اور قارن کو ایامِ تشریق میں صومِ تمتع اور صومِ قران رکھنے کی اجازت دی گئی ہے اور اجازت کی روایات کو حضرت مصنف رحمہ اللہ نے دو صحابہ سے تین سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

صحابی (۱): حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تین سندوں سے مروی ہے۔ اور ان میں سے پہلی روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تنہا ہیں۔

صحابی (۲): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آخری دونوں سندوں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ شریک ہیں۔ پہلی روایت یحییٰ بن سلام اور ابن ابی لیلیٰ کے طریق سے مرفوع متصل ہے اور دوسری روایت امام طحاوی رحمہ اللہ کے استاذ یزید ابن سنان کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طریق سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متمتع اور مُحصَر کے علاوہ باقی کسی کے لیے ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے اور تیسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے اور اس کا مضمون بھی دوسری کی طرح ہے۔ بہرحال ان روایات سے متمتع قارِن، مُحصَر کے لیے ایامِ تشریق میں روزہ کی رخصت ثابت ہے، لہٰذا ان کے لیے ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہوگا۔

مذہب دوم کے دلائل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایامِ منیٰ میں متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے یہ اعلان کرایا ہے ہ ان ایام کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے، جماع کرنے کے لیے متعین فرمایا ہے۔ ان میں کوئی شخص کسی قسم کا روزہ نہ رکھے اور اعلان کرنے والوں میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ، حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت بشر ابن سُحَیم رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ اور جن لوگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرایا ہے ان میں قارِن، متمتع بھی موجود تھے، اگر ان کے لیے روزہ کی گنجائش ہوتی تو اعلان کے ساتھ ساتھ ان کو مستثنیٰ فرمادیتے۔ اور اعلان میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا، لہٰذا ممانعت میں قارِن، متمتع، مُحصَر سب داخل ہوں گے، اس لیے ان کے لیے بھی ان ایام میں روزہ رکھنا جائز نہ ہوگا۔

نظر طحاوی:

نظر کا حاصل یہ ہے کہ تمام علماء کا اتفاق اس بات پر ہے کہ یوم النحر میں کسی قسم کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور قرآن میں "فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ" (الآیۃ) میں یوم النحر سے قبل عشرہ ذی الحجہ میں تین روزے رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور یوم النحر یومِ عرفہ سے قبل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ایام سے ایامِ تشریق کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہے اور جب یوم النحر عشرہ ذی الحجہ سے قریب ہونے کے باوجود اس میں متمتع، قارن اور محصر کے لیے روزہ رکھنا بطریقِ اولیٰ ناجائز اور ممنوع ہوگا، لہٰذا یوم النحر میں روزہ کی ممانعت ایامِ تشریق میں روزہ کی ممانعت کو مستلزم ہوگی۔ اس لیے جائز نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۳۱)-ص/۴۵۳

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: ثَنَا الْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ (الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَرِجَ أَوْ كُسِرَ فَقَدْ حَلَّ، وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ أُخْرٰى. قَالَ: فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَأَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَقَالَا: صَدَقَ).

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): محصر پر قضاء لازم ہے یا نہیں نیز یہ بھی بتلائیں کہ محصر بغیر دم دیے حلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : عکرمہ نے حجاج بن عمرو انصاری سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو لنگڑا ہو یا ہڈی ٹوٹ گئی وہ گویا حلال ہوگیا اس کے ذمہ دوسرا حج ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تو دونوں نے کہا انہوں نے سچ بولا ہے۔

(ب): محصر پر قضاء لازم ہے یا نہیں نیز یہ بھی بتلائیں کہ محصر بغیر دم دیے حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

مذہبِ اوّل:

حضرت امام شافعی، امام مالک کا ہے نیز امام احمد کی ایک روایت کے مطابق اگر محصر بالحج احصار کی وجہ سے ایک دم دے کر حلال ہو جاتا ہے تو اس پر اس حج کی قضا لازم نہیں ہے، جس کے لیے احرام باندھا تھا، ہاں البتہ اگر اس پر حج فرض یا واجب ہو چکا تھا اس کی ادائیگی لازم رہے گی۔

مذہبِ دوم:

حضرت امام احمد بن حنبل، عکرمہ، مجاہد، ابن جبیر، عامر شعبی رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک اس پر اس حج کی قضاء لازم ہے اور اس کے علاوہ باقی اور کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

مذہبِ سوم:

حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو حنیفہ، امام حسن بصری، سالم بن عبد اللہ، ابراہیم نخعی، عروہ بن زبیر، علقمہ، محمد بن سیرین رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک اس پر ایک حج اور ایک عمرہ کی قضاء واجب ہے۔ جب کہ وہ احصار کی وجہ سے دم دے کر حلال ہو چکا ہو اور اگر دم نہیں دیا تھا تو ایک دم بھی لازم ہو جائے گا۔

مذہبِ اوّل:

حضرت امام ابو ثور، داؤد بن علی رحمہما اللہ وغیرہ کے نزدیک محصر کے لیے دم دیے بغیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حلال ہو جانا جائز ہے۔ اور اگر وہ محصر بالحج ہے تو ایک حج کی قضاء اور اگر محصر بالعمرہ ہے تو ایک عمرہ کی قضا لازم ہوگی۔

مذہب دوم:

حضرت ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن ابراہیم اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ ومحدثین کے نزدیک بغیر دم دیے حلال ہو جانا جائز نہیں ہے۔

(ج): نظر طحاوی:

نظر کا حاصل یہ ہے کہ سب کا اتفاق اس پر ہے کہ دشمن کا احصار محصر کے لیے موجب احلال ہے۔ معلوم ہوا کہ عدد اور دشمن کی رکاوٹ کا محصر کے لیے اسباب احلام میں سے ہونا متفق علیہ ہے، مگر مرض وغیرہ کے اسباب احلال میں سے ہونے میں اختلاف ہے، ایک فریق کہتا ہے کہ مرض وغیرہ اسباب احلام میں سے نہیں ہے۔ اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ مرض بھی محصر کے لیے اسبابِ احلام میں سے ہے، جبکہ مرض ایسا شدید ہو کہ بیت اللہ تک پہونچنے میں دشمن کی طرح مانع ہو تو ہم نے اصلیت معلوم کرنے کے لیے دو طریقے سے قیاس کیا ہے۔

سوال نمبر (۳۲)-ص/۴۵۷

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ قَالَ: ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: ثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي السَّفَرِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: (يَاأَيُّهَا النَّاسُ، أَسْمِعُونِي مَاتَقُولُونَ، وَلَاتَخْرُجُوا، تَقُولُونَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَيُّمَا غُلَامٍ حَجَّ بِهِ أَهْلُهُ، فَمَاتَ، فَقَدْقَضَى حَجَّةَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَدْرَكَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ بِهِ أَهْلُهُ فَمَاتَ، فَقَدْ قَضَى حَجَّةَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أُعْتِقَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ).

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔
(ب): اگر کوئی نابالغ حج کرلے تو کیا اس کا یہ حج حجۃ الاسلام کی طرف سے ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔
(ج): فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: ابوالسفر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے اے لوگو! میری بات سنو، تم کیا کہتے ہو اور صحیح بات سے مت نکلنا تم کہتے ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جس بچے نے اپنے اہل کے ساتھ حج کیا پھر وہ فوت ہو گیا تو اسنے ویا حجۃ الاسلام ادا کرلیا۔ اگر انہوں نے پالیا تو اس پر حج لازم ہے۔ جس غلام کو اس کے مالک نے حج کرایا پھر وہ مرگیا تو اس کا فرض حج پورا ہو گیا اور اگر اسے آزاد کر دیا گیا تو اس کے ذمہ حج ہوگا۔

(ب): اگر کوئی نابالغ حج کرلے تو کیا اس کا یہ حج حجۃ الاسلام کی طرف سے ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام داؤد ظاہری اور بعض محدثین کا ہے، ان کے نزدیک اس کا یہ حج اس کے حجۃ الاسلام کی طرف سے واقع ہو جائے گا، بالغ ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا لازم نہ ہوگا۔ یہی لوگ کتاب کے اندر فذهب قوم إلى ان الصبى إذا حج قبل بلوغه اجزأه الخ کے مصداق ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی، مجاہد بن جُبَیر، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری اور جمہور فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کے نزدیک صبی کا حج صحیح اور معتبر تو ہے، لیکن اس کے حجۃ الاسلام کی طرف سے واقع نہ ہوگا۔ بالغ ہونے کے بعد شرائط پائے جانے پر دوبارہ حج کا فریضہ ادا کرنا اس پر واجب ہوگا، یہی لوگ کتاب کے اندر و خالفھم في ذالک آخرون الخ کے مصداق ہیں۔

فریقِ اوّل کی دلیل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لا کر سوال کیا کہ کیا اس بچہ کا حج صحیح ہوگا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے حج ہے اور تمہارے لیے اس کا اجر ہے۔

اس مضمون کی روایت کو حضرت مصنف رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تین سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا حج معتبر اور صحیح ہے اور جب معتبر ہے تو حجۃ الاسلام کی طرف سے واقع ہونا بھی صحیح ہوگا۔

(ج): فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب:

فریقِ اوّل کی دلیل کا جواب دیا جا رہا ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ صبی اور بچہ کی طرف سے حج کا صحیح ہونا تمام علماء کو تسلیم ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا جیسا کہ اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے، لیکن وہ نماز اس پر فرض نہیں ہے، ایسا ہی اس کا حج اس پر فرض نہیں ہے، بلکہ نفل ہے۔ اور مذکورہ حدیث سے صرف صحت حج ثابت ہوتی ہے اور اس حج

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا اس کی طرف سے بطورِ فرض واقع ہو جانا۔ مذکورہ حدیث سے کسی طرح ثابت نہیں ہے، ہاں البتہ یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف حجت بن سکتی ہے جو صحت حج کا انکار کرتے ہیں، لیکن جمہور کے خلاف حجت نہیں بن سکتی، اس لیے کہ جمہور صحت حج کے قائل ہیں، لہٰذا اس حدیث شریف کا جو مطلب فریق اوّل نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ حدیث کے راوی ہیں اور خود فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام کی طرف سے یہ حج واقع نہ ہوگا۔ بلکہ بالغ ہونے کے بعد دوبارہ حجۃ الاسلام کرنا لازم ہوگا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ مجھ سے سن لو اور ایسا نہ کرنا کہ کچھ اور سمجھ کر لوگوں کو وہی بیان کرنے لگو۔ پھر فرمایا جو بھی بچہ اپنے اہل کے ساتھ حج کرتا ہے اور پھر مر جاتا ہے تو اس کا حج ادا ہو گیا اور بالغ ہو جائے تو دوبارہ حج کرنا اس پر لازم ہے اور جو بھی غلام اپنے آقا کے ساتھ حج کرتا ہے پھر مر جاتا ہے اس کا حج ادا ہو گیا اور اگر آزاد ہو جائے تو دوبارہ حج کرنا اس پر لازم ہے۔ اور تم خود یہ کہتے ہو کہ جو شخص کسی حدیث کو روایت کرتا ہے وہی اس حدیث کا مطلب زیادہ جانتا ہے اور فصل اوّل کی حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور وہ خود اس کا مطلب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اس حج سے بچہ کی طرف سے حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا، لہٰذا تمہارا مدعیٰ ثابت نہ ہوگا۔

سوال نمبر (۳۳)۔ ص/۴۵۹

فَإِذَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ قَدْ حَدَّثَنَا، قَالَ: ثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: ثَنَا أَبُوْ يُوْسُفَ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ، وَوَضَعَهَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْأَخْشَبَيْنِ لَمْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِیْ، وَلَمْ تَحِلَّ لِیْ إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَایُخْتَلٰی خَلَاهَا، وَلَایُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَایَرْفَعُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لَاغِنٰی لِأَهْلِ مَكَّةَ عَنْهُ لِبُیُوْتِهِمْ وَقُبُوْرِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ).

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): اگر کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کر جائے اور حرم میں داخل ہو جائے جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج):

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ: مجاہد نے ابن باس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس دن سے حرمت والا بنایا جس دن آسمان وزمین، سورج و چاند کو بنایا اور کعبۃ اللہ کو ان دو پہاڑوں اخشبین یعنی جبل ابوقیس اور جبل قیقعان کے درمیان رکھا۔ یہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے حلال ہوا۔ اس کی گھاس کو نہ کاٹا جائے گا اور نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے گا، اس کی گری پڑی چیز کو نہ اُٹھائے، ہاں وہ آدمی اُٹھا سکتا ہے جو اعلان کرنے والا ہو۔ عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے مگر اذخر اس لیے کہ اہلِ مکہ کو اپنے گھروں اور قور کے لیے اس کی اشد ضرورت ہے اس پر آپ نے فرمایا مگر اذخر کو کاٹنے کی اجازت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): اگر کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کر جائے اور حرم میں داخل ہو جائے جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب ابن شہاب زہری، حسن بصری، عبداللہ ابن وہب، داؤد بن علی، امام بخاری، اصحابِ ظواہر رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک نیز امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول اور امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق بغیر احرام میقات سے تجاوز کر جانا اور حرم میں داخل ہو جانا جائز ہے یہی لوگ کتاب کے اندر فذهب قوم إلى أنه لا بأس بدخول الحرم بغير احرام الخ کے مصداق ہیں۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب امام عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، طاؤس بن کیسان، امام طحاوی رحمہم اللہ کا ہے، ان کے نزدیک حدودِ حرم سے باہر کے رہنے والے چاہے قبل المیقات کے ہوں، یا بعد المیقات کے ان کے لیے بلا احرام دخول حرم جائز نہیں ہے۔ یہی لوگ کتاب کے اندر فقال بعضهم وكذلك الناس جميعا من كان بعد الميقات وقبل الميقات غير اهل مكة خاصة الخ کے مصداق ہیں۔

مذہبِ سوم:

تیسرا مذہب امام سفیان ثوری، امام حسن بن حی، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک قبل المیقات کے لوگوں کے لیے تو بلا احرام دخولِ حرم جائز نہیں ہے اور بلا احرام داخل ہونے کی وجہ سے ایک دم واجب ہو جائے گا، لیکن اہلِ میقات اور بعد المیقات کے لوگوں کے لیے بلا احرام دخول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حرم جائز ہے، یہی لوگ کتاب کے اندر وقال آخرون من كان منزله في بعض الميقات او فيما بعد الميقات إلى مكة فله ان يدخل مكة بغيراحرام الخ کے مصداق ہیں۔ اور حنفیہ کا فتویٰ اسی پر ہے کہ حج یا عمرہ کے ارادے سے جارہا ہو یا تجارت یا کسی اور ضرورت سے جارہا ہو ہر حال میں بلا احرام کے میقات سے تجاوز کرنا ناجائز اور موجبِ دم ہے۔

مذہب چہارم:

چوتھا مذہب امام احمد بن حنبل، امام ابوثور رحمہما اللہ کا ہے، نیز امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول اور امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اہل المیقات قبل المیقات کے لوگوں کی طرح میقات سے باہر آفاقی کے حکم میں ہوں گے ان کے لیے بھی دخول حرم کے ارادے سے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی لوگ کتاب کے اندر وقال آخرون اهل المواقيت حكمهم من كان قبل المواقيت الخ کے مصداق ہیں ریق ثانی اور فریقِ رابع کا مدعیٰ قریب قریب ایک ہے۔ اور حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اخیر کے تینوں مذاہب کو وخالفهم في ذلك آخرون الخ کا مصداق قرار دیا ہے، اس لیے کہ تینوں مذاہب فی الجملہ بلا احرام دخولِ حرم کو ناجائز کہتے ہیں۔

سوال نمبر (۳۴) - ص/۳۶۱

حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، كَتَبَ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ (عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَنْ أَهْدَى هَدْيًا، حَرُمَ عَلَيْهِ مَايَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتّٰى يَنْحَرَ هَدْيَهُ وَقَدْبَعَثْتُ بِهَدْيِي، فَاكْتُبِي إِلَيَّ بِأَمْرِكِ،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَوْ مُرِيْ صَاحِبَ الْهَدْيِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَتّٰى نَحَرَ الْهَدْيَ).

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): اگر کوئی شخص وطن میں ہی رہ کر ہدی کے گلے میں ہار ڈال کر روانہ کر دے اور خود ساتھ نہ جائے اس کے اوپر محرماتِ احرام حرام ہو جائیں گے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : عمرہ بنت عبدالرحمٰن کہتی ہیں کہ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لکھ بھیجا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو ہدی روانہ کرے تو اس پر محرم والی پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں اور وہ ان کا لحاظ ہدی کے ذبح ہونے تک کرے گا۔ میں نے ہدی روانہ کر دی، اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ اپنا ارشاد میری طرف لکھ بھیجیں یا ہدی والے کو حکم فرما دیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (لکھ کر بھیجا) کہ بات اس طرح نہیں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہی۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے قلادے بناتی تھی پھر وہ قلادے اپنے دست اقدس سے ہدی کو ڈالتے اور ان کو میرے والد محترم کی معیت میں روانہ کرتے، مگر اس کے باوجود آپ پر ہدی کے ذبح ہونے تک کوئی چیز حرام نہ ہوتی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): اگر کوئی شخص وطن میں ہی رہ کر ہدی کے گلے میں ہار ڈال کر روانہ کردے اور خود ساتھ نہ جائے اس کے اوپر محرماتِ احرام حرام ہوجائیں گے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام عامر شعبیؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام حسن بصری، امام محمد بن سیرین، مجاہد بن جبَر، عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، ابوالشعثاء، جابر بن زید رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک وطن میں رہ کر محض ہدی کے جانور روانہ کردینے اور اشعار کردینے یا ہار ڈال دینے سے محرمات احرامات ساری کی ساری اس پر حرام ہوجائیں گی۔

مذہبِ دوم:

حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، حسن بن حی، عبیداللہ بن الحسن، لیث بن سعد، ابوثور، ابوسلیمان، داؤد بن علی ظاہری، ابن جریر طبری اور جمہور فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کے نزدیک ہدی روانہ کرنیوالے پر اس وقت تک محرمات احرام حرام نہیں ہیں جب تک وہ خود روانہ نہ ہوجائے۔ یہی لوگ کتاب کے اندر وخالفهم في ذلك آخرون الخ کے مصداق ہیں۔

فریقِ اوّل کی دلیل:

ان کی دلیل باب کے شروع کی روایات ہیں جن میں ہدی روانہ کرنے والے اور قلادہ ڈالنے والے اور اشعار کرنے والے پر محرمات احرام کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔

اور اس مضمون کی روایا کو حضرت مصنف رحمہ اللہ نے تین صحابہ کرام سے چار سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحابی (۱): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ایک سند کے ساتھ ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی کے جانوروں کو پہلے روانہ فرمایا تھا اور ہدی لے جانے والوں کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ فلاں دن فلاں مقام میں پہونچنے کے بعد جانوروں کے گلے میں جلد، نعل وغیرہ کا ہار ڈال دینا اور اشعار کردینا اور خود مدینۃ المنورہ تشریف فرما تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کرتہ کو گریباں سے چاک کر کے پیر کی جانب سے اُتار دیا کہ میں نے ہدی کے بدنے روانہ کردیے اور لوگوں کو فلاں دن فلاں مقام میں ہار ڈالنے اور اشعار کرنے کا حکم کیا تھا۔ مگر مجھ کو یاد نہیں رہا اور میں نے کرتا پہن لیا۔ لہٰذا میں اس کو سر کی طرف سے نہیں اُتار رہا بلکہ چاک کر کے پیر کی طرف سے نکال رہا ہوں۔

صحابی (۲): حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ایک سند کے ساتھ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس خط میں یہ لکھا کہ عبداللہ بن عباس نے یہ فتویٰ صادر کیا ہے کہ جو شخص ہدی بھیجے۔ اس پر وہ تمام اُمور حرام ہوجاتے ہیں جو حاجی اور معتمر پر حرام ہوجاتے ہیں۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ھ میں میرے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہدی کے جانوروں کو روانہ رمایا اور میں نے ان کے گلے میں ڈالنے کے لیے ہار تیار کردیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے جانوروں کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے۔ اور خود مدینۃ المنورہ میں مُقیم رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسی چیز حرام نہیں ہوئی جو مقیم پر ہوتی ہے۔ فریق اوّل کا مقصد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوی سے استدلال کرنا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال مقصود نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحابی (۳): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل واثر دو سندوں کے ساتھ۔ اوران کے اثر کا حاصل یہ ہے کہ جب وہ ہدی کے جانور کو پہلے روانہ کردیتے تو مانع احرام تمام اُمور سے رُک جاتے تھے۔ عورت، لباس، طیب سب سے دُور رہتے تھے۔

ان تمام روایات کا حاصل مضمون یہی نکلتا ہے کہ ہدی کے گلے میں ہار ڈال کر یا اشعار کرکے روانہ کرنے والے پر محرماتِ احرام سب حرام ہیں۔

فریقِ ثانی کے دلائل:

دلیل اوّل: دلیل کا حاصل یہ ہے کہ فصل اوّل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زیاد بن ابی سفیان کو جو خط کا جواب لکھا تھا اس سے اسدلال کیا جارہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کی تردید فرما کر عدمِ حرمت کی روایت نقل فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے خود ہدی کے جانوروں کے لیے ہار تیار کردیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ہار ڈال کر روانہ فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور حلال کے لیے جو اُمور حلال ہیں وہ سب اختیار فرماتے رہے اور مانع احرام کوئی امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام نہیں ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس مضمون کی روایت کو حضرت مصنف رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پانچ شاگردوں سے اٹھارہ سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(ج): نظر طحاوی:

دوسری دلیل: دلیل کا حاصل یہ ہے، کہ جو لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر گھر رہ کر ہدی روانہ کرنے والے پر محرمات احرام کی حرمت کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جو حرمت اس پر ثابت ہوتی ہے۔ اس سے اس وقت حلال ہوگا کہ جب حاجی لوگ تمام اُمورِ حج ادا کرکے طوافِ زیارت سے فارغ ہوکر مکمل حلال ہوتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور حاجی لوگ اپنے مناسکِ حج سے فراغت پر حلال ہوں گے اور یہ شخص بغیر کچھ کیے حلال ہوجائے گا۔ اب قیاس کر کے دیکھنا چاہیے کہ یہ کہاں تک درست ہے اور ہم نے متفق علیہ احرام کو دیکھنا کہ یہ ایسا ہے یا نہیں؟ تو ہم نے دیکھا کہ محرم بالحج یا محرم بالعمرہ ایسے احرام میں داخل ہوجاتے ہیں جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور وہ اس احرام سے اس وقت نکل سکتا ہے کہ جب وہ مخصوص افعال کو ادا کرلے گا ان افعال کے اختیار کیے بغیر احرام سے حلال نہیں ہوسکتا۔ اب دیکھئے کہ جب حاجی سے وقوفِ عرفہ فوت ہوجائے تو اس سے حج بھی فوت ہوجائے گا مگر وہ حلال نہیں ہوگا، بلکہ تمام حاجیوں کی طرح طوافِ زیارت سعی بین الصفا والمروہ حلق وغیرہ مخصوص افعل کی ادائیگی کے بعد ہی حلال ہوسکتا ہے اور اگر وقوفِ عرفہ کرلیا ہے اور طوافِ زیارت کے علاوہ باقی تمام اُمورِ حج ادا کرچکا ہے تو اس کے لیے طواف سے قبل عورت حلال نہیں ہوتی، اسی طرح عمرہ کا حکم بھی ہے کہ طواف، سعی حلق سے قبل احرام عمرہ سے حلال ہونا جائز نہیں ہے۔ احرام متفق علیہ کے یہی احکام ہیں کہ مرور زمانہ اور مرورِ وقت اس سے حلال ہونے کا سبب نہیں ہے، بلکہ مخصوص اعال کی ادائیگی ہی اس سے حلال ہونے کا ذریعہ ہے اور جو شخص حج تمتع کے ارادہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر سوق ہدی کرے۔ اس کے بعد عمرہ کے لیے طوافِ سعی سے فراغت حاصل کرلیتا ہے تو اس کے لیے ارکانِ حج اور ذبح ہدی سے قبل حلال ہونا جائز نہیں ہے۔ اور متمتع پر سوق ہدی کی وجہ سے یہ ایک زائد حرمت ہے، کیونکہ اگر سوقِ ہدی نہ ہوتی تو حلال ہوجانا جائز ہوتا۔ پھر اس حرمت زائدہ سے مخصوص افعال کے اختیار کرنے کے بعد ہی حلال ہونا صحیح ہوسکتا ہے اور اوقات کی وجہ سے حلال نہیں ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ احرام متفق علیہ سے حلال ہونے کا مدار افعالِ مخصوصہ پر ہے مرورِ اوقات پر نہیں ہے۔ اور اپنے وطن میں رہ کر ہدی روانہ کرنے کی وجہ سے تجرید اور محرمات احرام کا ترک کرنا فریقِ اوّل کے نزدیک واجب ہے اور مرسل ہدی اس حرمت سے مخصوص افعال کو اختیار کیے بغیر محض مرورِ اوقات کی وجہ سے حلال ہوجائے گا اور احرام مختلف فیہ کا یہ طریقہ احرام مجمع علیہ کے مخالف ہے، اس لیے مرسلِ ہدی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر حرمت ثابت نہ ہوگی؛ کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ امورِ مختلف فیہا اور احکام مختلف فیہا کا ثبوت اس وقت ہوتا ہے، جبکہ وہ احکام متفق علیہا کے مشابہ ہوجائیں اور یہاں مشابہت ہے ہی نہیں اس لیے حرمت ثابت نہ ہوگی، البتہ احکام مختلف فیہا پر حجت قائم ہونے تک کے لیے وہ موقوف ہوجاتے ہیں۔ اور جب ضابطہ سے یہ بات ثابت ہوگئی تو اختلاف بھی دُور ہوجائے گا اور فریقِ ثانی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے قائل ہیں ان کا قول صحیح ہوگا اور فریقِ اوّل جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے قائل ہیں ان کا قول مردود اور باطل ہوجائے گا، یہی ہمارے علماء ثلاثہ کا مسلک ہے اور اسی پر حنفیہ کا فتویٰ ہے۔

سوال نمبر (۳۵)-ص/۴۶۴

وَحَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَ: ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ: ثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: ثَنَا أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَهُوَ حَرَامٌ، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ ثَلَاثًا فَأَتَاهُ حُوَيْطِبُ بْنُ عَبْدِ الْعُزّٰى، فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالُوْا إِنَّهُ قَدِ انْقَضَى أَجَلُكَ فَاخْرُجْ عَنَّا. فَقَالَ وَمَا عَلَيْكُمْ لَوْتَرَكْتُمُوْنِي فَعَرَّسْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، فَنَعَنَا لَكُمْ طَعَامًا فَحَضَرْتُمُوْهُ. فَقَالُوْا: لَاحَاجَةَ لَنَا فِي طَعَامِكَ، فَاخْرُجْ عَنَّا. فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَرَجَ بِمَيْمُوْنَةَ، حَتّٰى عَرَّسَ بِهَا بِسَرِفٍ).

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب): حالتِ احرام عقد جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): نظر طحاوی تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): عبارت با اعراب سوال میں ملاحظہ ہو:

ترجمہ : مجاہد وعطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ حالتِ احرام میں تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تین روز قیام فرمایا اور وہیں آپ کے پاس حویطب بن عبدالعزیٰ قریش کا ایک وفد لے کر تیسرے دن حاضر ہوا تو وہ کہنے لگے آپ کا وقت ختم ہوگیا، آپ یہاں سے نکل جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کچھ نقصان نہ تھا اگر تم مجھے اپنے درمیان چھوڑتے تو ہم تمہارے لیے کھانا تیار کرتے اور تم اس میں شرکت کرتے وہ کہنے لگا ہمیں تمہار کھانے کی چنداں حاجت نہیں بس تم یہاں سے نکل جاؤ

(ب): حالتِ احرام عقد جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم، سعید بن المسیب، سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد سلیمان بن یسار، لیث بن سعد، امام اوزاعی رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک حالتِ احرام میں عقدِ نکاح جائز نہیں ہے، اگر کیا جائے گا تو نکاح باطل ہوگا اور اسی طرح پیغامِ نکاح بھی جائز نہیں ہے۔ یہی لوگ کتاب کے اندر فذهو قوم إلى هذا الحديث فقالوا لايجوز للمحرم ان ينكح ولا يخطب الخ کے مصداق ہیں۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام عطاء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بن ابی رباح، حکم بن عتیبہ، حماد بن ابی سلیمان، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، عکرمہ، مسروق بن اجدع رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، ان کے نزدیک حالتِ احرام میں وطی تو جائز نہیں، مگر عقد نکاح اور پیغام نکاح جائز ہے۔

فریقِ اوّل کی دلیل:

ان کی دلیل باب کے شروع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محرم حالتِ احرام میں نہ نکاح کرے گا اور نہ ہی پیغام نکاح بھیجے گا اور اس مضمون کی روایت کو حضرت مصنف نے حضرت عثمان غنی سے پانچ سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ اور ان روات میں صاف لفظوں میں نکاح اور پیغام دونوں کی ممانعت اور دونوں کے عدمِ جواز کا ذکر موجود ہے۔

دلیل اوّل:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت الحارث سے حالتِ احرام میں عقدِ نکاح فرمایا ہے۔ اور مکۃ المکرّمہ پہونچنے کے بعد جب معاہدہ کے مطابق تین روز مکمل ہوگئے تو حویطب بن عبدالعزیٰ مشرکین کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اب آپ کی مُدّت پوری ہوگئی آپ مکہ خالی کر دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں تم کو کیا حرج ہے کہ تم مجھے اختیار دے دو کہ تمہارے درمیان میں رات گزار دوں اور تمہارے لیے ہم کھانا تیار کردیں اور تم اس کھانے میں شریک ہو جاؤ تو مشرکین نے جواب دیا کہ ہم کو آپ کے طعام کی ضرورت نہیں، آپ ہم سے نکل جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ المکرّمہ سے روانہ ہوگئے اور مکۃ المکرّمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقامِ سرف میں تشریف لا کر رات گزاری اور مقامِ سرف ہی میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد نکاح حالتِ احرام میں ہوا اور رخصتی اور شبِ زُفاف واپسی میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حالتِ حلال مقام سرف میں ہوئی ہے، لہٰذا حالتِ احرام میں عقد نکاح جائز اور درست ہوگا۔ اور اس مضمون کی روایات کو حضرت مصنف رحمہ اللہ نے تین صحابہ کرام سے آٹھ سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

صحابی (۱): حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے چھ سندوں کے ساتھ۔

صحابی (۲): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک سند کے ساتھ۔

صحابی (۳): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک سند کے ساتھ۔

اوران تمام روایات سے صاف الفاظ میں حالتِ احرام میں عقد نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یزید بن الاصم نے جو حالتِ حلال میں نکاح کی روایت نقل کی ہے تو یزید بن الاصم کے بارے میں ابن شہاب زہری نے کہا کہ یہ ایک پیشاب کرنے والا دیہاتی تھا اس کی روایت کا اعتبار نہیں۔

(ج): نظر طحاوی:

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ محرم پر جماع حرام ہے تو احتمال یہ ہوتا ہے کہ عقدِ نکاح بھی اسی طرح حرام ہو تو ہم نے اس بارے میں قیاس کرکے دیکھا کہ سب کا اتفاق اس پر ہے کہ محرم کا حالتِ احرام میں باندی خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر اس سے وطی جائز نہیں ہے اور حلال ہونے کے بعد استعمال کے لیے خوشبو خریدنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور حلال ہونے کے بعد استعمال کے لیے خوشبو خریدنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اسی طرح حلال ہونے کے بعد پہننے کے لیے کرتہ خریدنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے حالانکہ جماع، طیب، لباس سب حالتِ احرام میں حرام ہیں اس کے باوجود ان اشیاء کو خریدنا جائز ہے اور ان کے استعمال کی حرمت ان کو ملکیت میں لانے کے لیے عقد کو مانع نہیں ہے اور محرم کے لیے حالتِ احرام میں شکار خریدنا جائز نہیں ہے، لہٰذا عقدِ نکاح کے بارے میں دو احتمال ہو گئے: (۱) عقد نکاح کا حکم شراء صید کی طرح ہے (۲) شراء صید کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرح نہیں ہے بلکہ شراء جاریہ اور شراء طیب ولباس کی طرح ہے، تو ہم نے دیکھا کہ اگر کوئی احرام باندھ رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں شکار ہے تو اس کو چھوڑ دینے کا حکم ہے اور اگر شکار نہیں ہے بلکہ اس پر کرتہ ہے یا اس کے ہاتھ میں طیب ہے تو کرتہ کو اُتار دینے اور طیب کو رکھ دینے کا حکم ہے ایسا نہیں ہے کہ شکار کی طرح چھوڑ دے یا پھینک دے یعنی ان کی حفاظت کا حکم ہے اور شکار کی حفاظت جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس بیوی ہے تو اس کو چھوڑ دینے کا حکم نہیں ہے، بلکہ اس کی حفاظت کا حکم ہے، تو اب قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ عقدِ نکاح کا حکم شراء جاریہ، اور شراء لباس وطیب کی طرح ہے اور شراء صید کی طرح نہیں ہے، لہٰذا جس طرح احرام سے خارج ہونے کے بعد وطی کے لیے باندی خریدنا اور حلال ہوکر استعمال کے لیے لباس وطیب کا خریدنا جائز ہے اسی طرح حالتِ احرام میں حلال ہونے کے بعد کے لیے عقدِ نکاح کر کے عورت کو زوجیت میں لانا بھی جائز ہوگا۔

MAKTABA SAUT-UL-QURAN DEOBAND (U.P.)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ڈاک اور ٹرانسپورٹ سے کتابیں منگوانے کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460

website: www.deobandtoday.com/sautul-quran

E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com

9045272713 , 9359351551